طلبہ اور اُن کی صحت

جسے

ملک ہند کے لڑکوں اور نوجوانوں کو جوان صالح بنانے کے واسطے

نور احمد نور فسٹ اورنٹیل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول رہتک
مصنف انوار الاخلاق و اردو خط و کتابت و تذکرۂ تو کلیہ و رہنمائے شملہ وغیرہ سابق ممبر پنجاب ٹیکسٹ بک ریویژن کمیٹی نے

جس کو

پنجاب یونیورسٹی نے کل ملک میں اردو جواب مضمون میں اول رہنے پر سونے کا تمغہ اور گورنمنٹ عالیہ ہندوستان نے ۱۹۱۲ء کے دربار دہلی کی تقریب سعید پر سنہری سند عطا کی

تصنیف کی

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبدالحق صاحب مالک و مہتمم کے طبع ہوئی

قیمت فی جلد ۱۳ر - تعداد ۱۰۰۰

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ہر گھر ہر خاندان ہر قوم اور ہر ملک کی جان اُس کے بچے ہیں ۔ ایک بڑا انگریز جب مدرسہ میں آتا تو چھوٹے بچوں سے ہاتھ ملایا کرتا اور کہا کرتا ۔ کہ میں تو ان آئندوں سے ہاتھ ملاتا ہوں ۔ یعنی اُن سے ہاتھ ملاتا ہوں ۔ جو آگے کو ہونگے ۔ ؎

ایک دن کیسا دکھائینگے یہ اپنا علم و فن

کم سنی میں جن کی اب ہیں بھولی بھالی صورتیں

یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ در اصل بچے قوموں کے محل کی بنیاد ہیں ۔ اگر بنیاد مضبوط ہے ۔ تو کل تعمیر عمدہ ہوگی ۔ اگر بنیاد خراب ہوگئی عمارت جلد برباد ہوجائیگی ۔ ظاہر میں ہر شخص کی نظر اپنے بچے پر لگی ہوتی ہے ۔ ہر متنفس کا خیال ہوتا ہے ۔ کہ آخر میں لڑکا ہی کام آئیگا ۔ ؎

بوڑھے بڑھاپا آیا سن بھئی! سلیھے
یا تو پوت سپوت ہو یا دشمن ہو چلے

غرض بچہ بڑا کارآمد ہوتا ہے - اس میں بھی شک نہیں - کہ سارے بچے ماں باپ کی خدمت نہیں کرتے - بعضے بعضے تو جی کا جنجال اور جان کا وبال ہو جاتے ہیں - بیسیوں لڑکوں کی نسبت اخبارات میں عاق کردینے کے اشتہارات دیکھے ہیں - اُن کی نسبت حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے یوں فرمایا ہے ۔ ؎

زنانِ بار دار اے مردِ ہشیار　　اگر وقتِ ولادت مار زایند
ازاں بہتر بنزدیکِ خردمند　　کہ فرزندانِ نا ہموار زایند

مگر جہاں نا خلف ہیں وہاں فرزندِ صالح بھی ہیں - زمانہ ہیچگاہ از آدمِ خوب خالی نیست - اگر دنیا میں نیک نہ رہیں تو شاید دنیا ہی نہ رہے - خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو - آخر بیٹا بیٹا ہی ہے - مثل ہے - کھوٹا بیٹا کھوٹا پیسا وقت پر کام آتا ہے - اور جو بچہ نالائق نکلتا ہے - اُس کے بگڑنے کا الزام بھی ماں باپ پر ہے - پہلے زمانے میں چوری کی سزا موت تھی - جب ایک چور کو پھانسی دینے لے چلے تو اُس نے کہا کہ پھانسی تو میری ماں کو ملنی چاہئے - پوچھا کیوں؟ کہا جب میں بچہ ہی تھا - تو ایک شخص کی شئے چُرا کر لایا اور ماں کو دی - ماں نے اُس کو خوش خوش رکھ لیا - اور میرا حوصلہ بڑھایا - اگر وہ اُس چیز کو نہ لیتی اور مجھے تنبیہ مناسب کرتی تو یہ نوبت نہ ہوتی +

بھی سچ ہے۔ کہ سارے ماں باپ ایسے نہیں۔ اور اکثروں کی اولاد خود بخود بگڑتی ہے۔ مگر ماں باپ غفلت کے جرم سے بری نہیں ہو سکتے + پس ہر باپ اور ہر خیر خواہ ملک کا فرض ہے۔ کہ اپنے بچوں بلکہ ملک بھر کے بچوں کی سود و بہبود کی فکر کرے + ؎

نام کا ہے وہ نہ کام آئے کسی کے جو بشر
کام کا ہے وہ جو ہوتا ہے مفید روزگار

اور اپنے بچوں کی بھلائی تو ہر شخص چاہتا ہے۔ بقول شخصے اپنے اپنے قدح کی سب خیر مناتے ہیں۔ ہر کوئی خواہاں ہے۔ کہ میرا بچہ جسم و بدن۔ شکل و صورت قوت و طاقت اور علم و لیاقت میں یکتائے روزگار ہو۔ مگر جو لوگ انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ سارے ملک اور کل قوم کے بچوں کو اپنا بچہ سمجھتے ہیں اور دوسروں کا بھی اتنا ہی خیال رکھتے ہیں جتنا اپنوں کا + ؎

جو بقا اپنی فنا سمجھیں وہ دکھ بھرتے ہیں
مرتے جو قوم پر وہ حشر تک مرتے ہیں

افسوس باوجود ماں باپ کی خیر طلبی کے۔ باوجود خیر خواہان ملک کی خیر اندیشی کے اور باآنکہ گورنمنٹِ عادل دل سے چاہتی ہے۔ کہ ملک ہند کی نسل عمدہ انسان بنے۔ مگر بد نصیبی سے ملک کے بچوں میں خوبیاں کم پیدا ہوتی ہیں۔ اور جو عیوب ہزارہا سال سے

اُن کے شریکِ حال ہیں - وُہ اُن سے نہیں نکلتے + سے

کبھی اس چشمِ تر کے بھی الٰہی اشک سوکھینگے
مرے دامن کے مجھ پر مفت احسان ہوتے جاتے ہیں

سب بھلائیوں کی جڑ تعلیم ہے - خدا کے فضل سے اور انگریزی گورنمنٹ کی کوشش سے تعلیم ملک میں پھیل گئی - اگرچہ بعض بد نصیب اب بھی محروم رہتے ہیں + سے

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

مگر عام طور پر اہلِ ملک کی تعلیم سے وہ اجنبیت نہیں رہی - جو پہلے کبھی تھی - لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ بات عرض کرنی پڑتی ہے کہ اصلی اور حقیقی تعلیم یعنی وہ تعلیم جس سے اخلاق درست ہوں اور اولو العزم انسان پیدا ہوں - اہلِ ملک حاصل نہیں کرتے - یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے - کہ اس میں قصور کس کا ہے ؟ اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ قصور اہلِ ملک کا ہے - سے

ہچکی لگی ہوئی ہے وقتِ مردم شماری
کیا پوچھتا ہے حال اے ہمنفس ہمارا ؟

میں ایک مدتِ مدید اور عرصہ بعید کی سوچ اور بچار کے بعد ان اوراق کے شائع کرنے پر مجبور ہُوا ہوں - مدتوں اس جوش کو روکا اور ان خیالات کو دبایا - آخر مضمونِ دل زبانِ قلم پر آیا پر آیا - حضرت داغ نے

ٹھیک فرمایا ہے۔ ؎

دل اگر چاہے کہ روکوں کب رُکے طفلِ سرشک
آج کل کرتے ہیں لڑکے سامنا اُستاد کا

یہ بات سچ ہے۔ کہ ملک کے عام بچوں کی صحت کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے۔ چنانچہ یہ رسالہ عام طور پر ہمارے سارے ملک کے بچوں اور نوجوانوں کے لئے کارآمد ہے۔ مگر براہِ راست اس میں مدرسوں کے طالب علموں کی طرف خطاب ہے۔ پہلے اُن کو لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جن کا سود اور بہبود مضرت اور مضار بہ کچھ نہ کچھ ہمارے اختیار میں ہے۔ یہ بات قابل تسلیم ہے۔ کہ پڑھے لکھے آدمی خاص کر مدرسوں کے طلبا اور اُستاد ملک کی تہذیبِ اخلاق کی بنیاد ہیں +

حکایت ۔ ایک سکھ راجہ کے پاس شکایت ہوئی۔ کہ فلاں منشی نے توشہ خانہ کو لوٹ لیا۔ راجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ شہر کے تمام میانجیوں (مدرسوں) کو پکڑ کر قید کر دو۔ عرض کیا گیا کہ میانجیوں کا کیا قصور؟۔ فرمایا کہ یہی لوگ پڑھے ہوؤں کی ماں ہیں۔ اُن کو اگر بگاڑا تو انہوں نے۔ اور سنوارا ہے۔ تو انہوں نے۔ بہرحال تعلیم یافتہ لوگوں سے بہت کچھ امید ہے۔ دیکھ لو۔ ملک میں نیشنل کانگرس۔ تمدنی کانفرنس۔ ہندو سبھا۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔ مسلم لیگ سب کاموں کے بانی پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ اور اگر تعلیم یافتہ ہی شرمناک عیوب میں مبتلا ہوں۔ تو بڑے ہی شرم کی بات ہے۔

بقول سعدی۔ اگر کسی ہتھیار بند جوان کو چور پکڑ لیجائیں۔ تو اُس کے واسطے زیادہ شرم اور ندامت کی بات ہوگی۔ اگر ایک شخص طالب علمی کے زمانہ میں کسی خرابی میں مبتلا ہو۔ بعد میں چاہے کیسا ہی نیک چلن اور شریف بن جائے۔ مگر وہ اعلےٰ درجہ کا انسان نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اُس نے وہ جوہر کھو دیا ہے۔ جو اشرف المخلوقات کا لقب دلاتا۔ پس طلبہ کو درست کرنا اشد ضروری ہے۔ سب سے پہلا درست کرنا یہ ہے۔ کہ وہ تندرست ہوں۔ ؎

تندرستی کو نپٹ فضل الٰہی بوجھئے
آبرو جگ میں رہے تو بادشاہی بوجھئے

کسی بزرگوار نے اس شعر میں تندرستی اور عزت کو اعلےٰ درجہ کی چیزیں بتلایا ہے۔ اور ہے بھی یونہی۔ یہ دونو چیزیں ساری دنیا کی نعمتوں سے افضل اور عمدہ ہیں۔ مگر یہ ظاہر ہے۔ کہ عزت طاقت بدنی سے قائم رہتی اور بڑھتی ہے۔ جس کا زور اسی کا شور۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ زبردست کے بوے بیس۔ زور آور کا پینتیس سیر کا من۔ زبردست کا تین بستی کا سو ہوتا ہے۔ اور طاقت اور زور تندرستی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ پس جو کچھ ہے وہ تندرستی ہی ہے۔ تندرستی ہی سے ہنر و کمال۔ تندرستی ہی سے دولت و مال اور اسی سے حسن و جمال حاصل ہوتا ہے۔

پس ہم اس رسالہ کے ذریعہ طلبا کی تندرستی کا

کا انتظام کرتے ہیں۔ اور اس واسطے اس کے باب حسب ذیل مقرر کرتے ہیں:۔

(۱) مدرسہ کے داخلہ کی عمر +

(۲) محنت میں اعتدال +

(۳) ورزش بدنی +

(۴) خوراک +

(۵) نیک چلنی +

(۶) عادت کا بنانا اور اُن کی دُرستی +

(۷) ماں باپ کی غفلت +

(۸) مدرسہ کے ماسٹروں سے التجا +

اس مختصر سے رسالہ کا نام ہے "طلبا اور ان کی صحت" اگر اس سے ملک کو فائدہ پہنچا۔ تو میں سمجھونگا۔ کہ میری محنت کا اجر مجھے مل گیا۔ ارکان سررشتہ تعلیم پنجاب اور دیگر بہی خواہان ملک سے التماس ہے۔ کہ اگر کوئی صاحب مجھے کوئی اَور مفید بات سمجھائینگے۔ اور اپنے تجارب سے مستفید فرمائینگے۔ تو میں دوسرے اڈیشن میں ان کی رائے فیض پیرائے سے اس کتاب کو زینت دونگا۔ وَ مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم +

بندہ نور احمد نُور فسٹ اورینٹل ٹیچر
گورنمنٹ ہائی سکول رُہتک

۱۴۔ نومبر ۱۹۱۲ء

باب اوّل

مدرسہ کے داخلہ کی عمر

ہندوستان میں عموماً یہ دستور ہے۔ کہ پڑھانے والے لوگ بچوں کو چار پانچ برس کی عمر میں مدرسہ یا مکتب میں داخل کر دیتے ہیں۔ ہاں بعض بے پروا محض سستی سے اور بعض لوگ مذہبی تعلیم کی وجہ سے اپنے بچوں کو سرکاری مدارس میں نو دس برس کی عمر تک بھی نہیں داخل کرتے۔ بعض طمّاع ایسے بھی ہیں۔ مگر بہت کم۔ کہ وہ تین سال کی عمر میں تعلیم شروع کرا دیتے ہیں۔ لیکن تجربہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ بہت چھوٹی عمر میں تعلیم شروع کرانا بچہ کی صحت کے لئے بہت ہی مضر ہے۔ اگرچہ قدیم سے راقم کا یہ خیال تھا کہ چار یا پانچ برس کی عمر میں بھی بچّہ کو مدرسہ میں داخل کرنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ سات سال کی عمر کا داخلہ اچھا اور صحت کے لئے مناسب ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی مشہور و مقبولِ عام کتاب انوار الاخلاق میں جو سنہ ۱۸۸۴ء میں بمقام دہلی تصنیف اور سنہ ۱۸۹۳ء میں بمقام لاہور چھپی۔

صاف لکھ دیا تھا۔ کہ سات سال سے کم عمر میں بچے کے ہاتھ میں کتاب نہ دینی چاہئے۔ہاں زبانی کچھ بتا دیا کریں۔ تو حرج نہیں۔ یہ ایک علمی خیال تھا جو کتابوں کے مطالعہ استادوں اور بزرگوں کی صحبت اُن کی تقریروں پیپچوں۔ وعظوں۔ علم الابدان کے مطابق اصولاً میرے ذہن نشین ہُوا تھا۔ اور یہ خاص کر ماہران طریقۂ تعلیم کی رائے تھی۔ مگر اس خیال کو تجربہ کی کسوٹی پر کسنا باقی تھا۔ ۲۲ دسمبر ۱۸۹۹ء کو میرے ہاں ایک لڑکا (خدا اُسے جیتا رکھے) پیدا ہُوا جو اُس وقت ایسا کمزور تھا کہ برخلاف تمام دنیا کے بچوں کے پیدا ہوتے کے وقت رویا بھی نہ تھا۔ پیدا ہوتے ہی سب بچے روتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس مضمون کو اس قطعہ میں نہایت عمدہ طور سے نظم کیا ہے۔ قطعہ

یاد داری کہ وقت زادنِ تو   ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں
آنچناں زی کہ بعد مُردنِ تو   ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

الغرض پیدائش کے وقت سب بچے رویا کرتے ہیں۔ جیسا کہ رات دن مشاہدہ میں آتا ہے۔ ہاں تاریخ میں مجھے دو بچے اور ایسے ملے ہیں۔ جو پیدا ہوتے وقت روئے نہ تھے۔ ایک حضرت یسوع مسیح علیٰ نبینا و علیہ السلام اور دوسرے نپولین بونا پارٹ کا لڑکا۔ (جو غالباً آسٹریا کی شہزادی کے بطن سے پیدا ہُوا تھا) حضرت عیسے علیہ السلام کا نہ رونا اُن کی عظمت اور بزرگی کے سبب تھا۔ لیکن بونا پارٹ کے

لڑکے کی بابت اُس وقت کے ڈاکٹروں نے یوں کہا تھا۔ کہ لڑکا کمزور ہے۔ اس واسطے نہیں رویا۔ خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا۔ میری طمع دیکھیئے کہ میں نے اپنے لڑکے کو باوجود کمزور ہونے کے تین سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل کرنا چاہا۔ گویا خود را فضیحت دیگراں را نصیحت ؎

نظر آتی نہیں اپنے میں بُرائی اپنی
آئینہ دوسرے کا عیب نما ہوتا ہے

مگر پنجاب ایجوکیشنل کوڈ کی رُو سے چار سال سے کم عمر کا بچہ داخل مدرسہ نہیں ہو سکتا تھا۔ گو اس وقت میں مڈل سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ مگر بلا نام درج کئے جماعت میں بٹھانا ناجائز سمجھتا تھا۔ اس لئے میں نے ایک درخواست حکام بالا دست کی خدمت میں ارسال کی۔ کہ میرے لڑکے کو خاص طور پر داخل کرنے کی اجازت دی جائے۔ جو نا منظور ہوئی۔ تھی ہی نا جائز۔ آخر میں نے اپنے گھر پر پرائیویٹ طور پر پڑھانا شروع کیا۔ اور چار سال کا ہوتے ہی مدرسہ میں داخل کر دیا۔ نہایت کوشش سے تعلیم شروع کی۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے چار سال میں پہلی جماعت (انفنٹ کلاس) پاس کی۔ بقول شخصے سکھی شوم کا لیکھا برابر ہوگیا۔ یہ جدا رہا کہ بچہ کی صحت جسمانی بگڑ گئی۔ اُس کے دماغ کو نہایت صدمہ پہنچا۔ اور وہ اب تک نہیں سمبھلا۔ قاعدہ ہے

لہ الحمدللہ اب کوڈ میں پانچ سال کی قید ہوگئی ہے +

کہ جو گر گیا سو گر گیا - اب من پچھتاوا رہ گیا بات نہ آئے ہات ✦

یہ مثال ایک دُبلے پتلے اور کمزور بچّہ کی تھی - معترض کہ سکتا ہے - کہ وہ تو خود لاغر و حقیر تھا - اگر ہٹے کٹے موٹے تازے لڑکے کو داخل کیا جائے - تو کیا ڈر ہے ؟ اس لئے لازم ہے کہ میں ایک مضبوط بچہ کی مثال اور اُس کی تعلیم کا بھی حال لکھوں - و ہو ہذا - میرے ایک دوست وکیل صاحب نے اپنے لڑکے کو جو نہایت موٹا تازہ بچہ تھا - اور اب بھی ہے - تقریباً تین سال کی عمر میں تعلیم شروع کرائی - ایک اُستاد جو نہایت نیک چلن - سلیم الطبع - حلیم المزاج اور نیک بخت مدرس تھا - گھر پر مقرر کیا - جہاں تک ہمیں معلوم ہے - اُس اُستاد نے کبھی بچّہ کو زد و کوب نہیں کیا - بچّہ کا جسم فربہ اور بدن اچھا رہا - مگر چھوٹی عمر میں دماغ کے دبنے کا یہ اثر ہُوا - کہ حافظہ میں کمی - ذہن میں کندی - اور ناطقہ میں سستی آگئی - اور ایک قسم کا ڈل پن اس لڑکے میں پیدا ہو گیا - طبیعت میں تیزی پیدا ہی نہ ہوئی - اگر ہوئی تو بہت کم - بڑی جماعتوں میں فیل ہی ہوا - بی اے میں دو دفعہ گرا - جلدی کر کے جتنی کفایت کی تھی - اُس سے زیادہ گھاٹا رہا - اور دماغ کو جو نقصان پہنچا - وہ الگ - الغرض میرے علم اور تجربہ کا لب لباب یہ ہے - کہ بہت چھوٹی عمر میں بچہ کو تعلیم شروع نہ کرانی چاہئے - اُس وقت دماغ اور آنکھ کی رگیں بہت ہی باریک اور

نہایت کمزور ہوتی ہیں - محنت کی وجہ سے اُن کو بے حد نقصان پہنچتا ہے - اس لئے جسم کی بڑی رگیں اور اور شریانیں کم طاقت ہو جاتی ہیں - صحت تمام عمر کے لئے بگڑ جاتی ہے - ایسا لڑکا سکول اور کالج کی مدت میں ضعیف اور نحیف رہتا ہے - اُسے آئے دن بیماریاں ستاتی ہیں - آج بخار ہو گیا کل کھانسی - پرسوں پیٹ میں درد - اکثر ہاضمہ میں فتور اور قصور ہوتا ہے - ناچار وہ پڑھنے اور یاد کرنے سے مجبور رہتا ہے - ہاں ایک بات باقی ہے - وہ یہ کہ اکثر لڑکے بڑی عمر میں داخل ہونے کی وجہ سے وظیفہ سے رہ جاتے ہیں - اور وظیفہ اور سکالرشپ وہی اُڑاتے ہیں - جو چھوٹی عمر میں مدرسہ آتے ہیں - لیکن سات سال کی عمر جو ہم نے تجویز کی ہے - وہ ایسی ہے کہ اگر تعلیم اچھی ہوئی - تو لڑکا وظیفہ ضرور لیگا - پرائمری کے وظائف تیرہ سال کی عمر تک ملتے ہیں - اگر بچہ سات سال کی عمر میں داخل ہو - تو بارہ سال کی عمر میں پانچویں جماعت (پرایمری سکول) پاس کریگا - حد تیرہ سال کی عمر ہیں - پس وظیفہ مل سکتا ہے - اور جب بچہ کے قوے اچھے ہونگے - تو اس سے ضرور امید ہے - کہ ایک سال میں ایک جماعت طے کریگا ٭

دُوسرا باب

محنت میں اعتدال چاہیئے

ع - جو خال کہ حد سے گزرا وہ بیشک مسا ہُوا

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اکثر لڑکے کمچور - آرام طلب اور کھلنڈرے ہوتے ہیں - وہ پڑھنے لکھنے سے جی چُرلاتے ہیں - لیکن بعض ایسے شوقین بھی ہوتے ہیں - کہ رات دن - صبح شام جس وقت دیکھو پڑھنے سے کام - نہ آرام سے غرض نہ تفریح کا نام - سانجھ ہوگی - سورج بھی دن بھر کے کاربار سے تھک اپنی صورت چھپانا چاہتا ہے - عالم تیرہ و تار ہو گیا - دنیا میں اندھیرا چھا گیا - اندھیرے ہے کہ طالب علم صاحب کتاب ملاحظہ کر رہے ہیں - ریڈر کے باریک حروف اور اٹلس کے باریک اور گنجان نام بہ توجہ تمام دیدہ پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں - نقشہ پر ہوگلی اور نگاسکی تلاش ہو رہی ہے - ٹولون اور نائیجر کو ڈھونڈھ رہے ہیں - اب فرمایئے - چشم جہاں بیں کا نور دُور اور آنکھوں کی سیاہی کافور نہ ہو - تو کیا ہو ؟ ؎

دس دوار کا پنجرہ جس میں پنچھی پَون
رہے تو اچرج جانئے نکس جائے تو اچرج کون

اس قسم کے طلبا امتحان تو ضرور پاس کر لیتے ہیں۔ مگر دماغ میں فتور ضرور آ جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی دماغ کے تعطل کی وجہ سے امتحان میں بھی فیل ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ اگر ہم مان ہی لیں۔ کہ بے شک پاس ہی ہونگے۔ تو بھی کیا خاک اُڑائینگے۔ عام کمزوری۔ ضعفِ بصارت۔ ضعفِ جگر لاحقِ حال ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی حرارت رہنے لگتی ہے۔ سکول یا کالج سے نکل اُن کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ اور اگر جئے بھی تو کیا خاک جئے؟

؎ زندگی زندہ دلی کا ہے نام مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

ہمیشہ امراض کا نشانہ بنے رہتے ہیں۔ حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ جی کی اُمنگ اور شادمانی خاک میں ملجاتی ہے۔ دل میں مایوسی سی آ جاتی ہے۔ اور مردانگی اور ہمت جاتی رہتی ہے۔ ایسی تعلیم سے تو بے تعلیم ہی اچھے تھے۔ بقول شخصے پھوڑی تیری چھاچھ۔ اپنے کتوں سے بچا۔ غرض یہ ہے کہ بہت سے لڑکے بے حد محنت کر کے اپنی صحت کھو بیٹھتے ہیں۔ پرائمری میں ہی اُن کی تندرستی برباد ہو جاتی ہے۔ مڈل میں آ کر ذرا سی محنت سے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ سستی کاہلی۔ ہاتھ پاؤں کی جلن۔ دماغ کی تھکن۔ ایک سر اور سو سودا ہو جاتے ہیں۔ مثل ہے دوبے جی گئے تھے۔ چوبے بننے دوبے بھی نہ رہے۔ رُہتک ہائی سکول

میں ایک غریب لڑکا نقشہ بائی میں تعلیم پاتا تھا۔ بڑا محنتی۔ بڑا شوقین۔ جب دیکھو کتاب ہاتھ میں ہے۔ گھر میں۔ بازار میں۔ راہ میں۔ باٹ میں اُسے پڑھنے سے کام۔ آدھی آدھی رات۔ سارا سارا دن۔ نہایت محنت کرتا۔ میں نے کئی دفعہ کہا۔ بھئی! حد سے زیادہ محنت نہ کیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ گر کر پھر اُٹھو ہی نہیں۔ مگر اُس کی جانے بلا۔ جانے کیونکر عادت سے ناچار۔ بلا محنت رہا ہی نہیں جاتا تھا۔ غرض یہ کہ بلا کا محنتی لڑکا تھا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ دماغ خراب ہو گیا۔ حواس میں فرق آ گیا۔ جماعت میں بیٹھا ایسا دیکھتا۔ جیسا کوئی ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ ایک دن بنچ پر بیٹھے چکر آ گیا۔ اور گر پڑا۔ شاید اُسے صرع (مرگی) یا مقدمۃ الصرع ہو گیا ہو۔ خیال تو کیجئے۔ ایسا علم کیا کام آئیگا؟ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام میں احتیاطِ تمام چاہیئے۔ نہ تو نرے آرام طلب بنیں۔ کہ نہ کتاب کا نام نہ حساب سے کام۔ پڑے انگڑائیاں لے رہے ہیں۔ یا کھیلنے لگ گئے تو سارا سارا دن برباد کر دیا۔ پارٹیاں بن رہی ہیں۔ اور گیند بلا یا گلی ڈنڈا بج رہا ہے۔ دن بھر گھر نہیں آئے۔ نہ ہر وقت کتابوں میں منہمک رہیں۔ نہ سارا دن سلیٹ سے مغز پچی کریں۔ کمال احتیاط سے اعتدال قائم رکھنا چاہیئے۔ ؏

انت کا بھلا نہ بولنا۔ انت کی بھلی نہ چپ
انت کا بھلا نہ برسنا۔ انت کی بھلی نہ دھوپ

اعتدال کے باہر کی عبادت اور سخاوت بھی جائز نہیں - پس ضروری ہے - کہ طالب علم پڑھنے کے وقت میں پڑھے - اور کھیلنے کے وقت میں کھیلے - مطالعہ - حساب - جغرافیہ - نقشہ - تفریح - سیر و ہوا خوری - فٹ بال اور کرکٹ - ہاکی اور جمنیسٹک سب کی تقسیم کا ٹائم ٹیبل ہونا چاہیئے - ہر کام اپنے وقت پر ہوا کرے - ہر شے کو اُس کا مناسب وقت دینا چاہیئے - مثلاً نقشہ دیکھنا ہے - تو دن چھپے نہ دیکھیں ع

دلِ بیمار اُٹھ بیٹھو کہ دونو وقت ملتے ہیں

وہ وقت سیر و ہوا خوری یا عبادت الٰہی کا ہے - فارسی میں ایک ضرب المثل ہے - کمان چو تن بکشیدن دہد کباوہ گردد - یعنی کمان اگر ہر وقت چلّے پر چڑھی رہے - تو نکمی ہو جاتی ہے - پھر کمان کمان نہیں رہتی - اسی طرح اگر طالب علم کا دماغ بھی ہر وقت کام میں لگا رہے تو نکما ہو جاتا ہے - غرض ہر کام کے لئے ایک وقت اور ہر وقت کے لئے ایک کام ہونا چاہیئے - طالب علم کے لئے خاص کر بے ترتیبی اور اوقات کی بد انتظامی بُری شے ہے - پڑھنے اور آرام کرنے کے لئے اعتدال کا ہونا ضروری ہے - سب سے بڑی اور ضروری بات طلبہ کے لئے یہ ہے کہ وہ مذہبی عبادات اور رسومات کے پابند ہوں - ایک مسلمان بچہ پانچ وقت نماز پڑھے - اور رمضان کے روزے ضرور رکھے - عیسائی گرجا میں جائے - ہندو پوجا پاٹ ضرور کرے - اس سے تندرستی اور عمر دونو بڑھینگی *

تیسرا باب

ورزشِ بدنی

اگر کوئی بڑھئی اپنی آری کو ہر وقت چلاتا رہے اور اُس کے دندانوں کو تیز نہ کرے۔ تو آری چند روز میں سپاٹ ہو جائیگی - اور کام کے کام کی نہ رہیگی - اس لئے نجار اپنی آری کو - چمار اپنی آر کو - سپاہی اپنی تلوار کو ہمیشہ تیز اور پینا کیا کرتا ہے - اسی طرح ہوشیار طالب علم اپنے دماغ کی دھار کو اُس کے استعمال کے بعد سان پر رکھا کرتا ہے - تاکہ ضرورت کے وقت ایک وار میں قصہ پار کر دے - طالب علم کے دماغ کا سان اور اُس کے تیز کرنے کا اوزار کیا ہے؟ ورزشِ بدنی - قاعدہ کی بات ہے - کہ اگر ایک گھر میں دو آدمی رہتے ہوں - اور اُن کے مزاج اور کار مختلف ہوں - اور ایک کا کام دوسرے کے آرام کا باعث ہو - تو ایک دوسرے کو کار میں لگا دیکھ کر خوش ہوگا - یہی حال دماغ اور بدن انسانی کا ہے - جب دماغ کار میں لگتا ہے - تو باقی جسم اکثر بیکار ہوتا ہے - اور وہ جسم کو کار اور حرکت میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے - اُس وقت گویا اُس کا بھائی

اُس کے واسطے دولت اَور غذا پیدا کرتا ہے۔ وہ فربہ ہوتا اور تفریح پاتا ہے۔ پس طالب علم کے لئے ضروری اور لابُد ہے۔ کہ وہ کتابوں کے مطالعہ۔ سلیٹوں اور کاپیوں پر سوال نکالنے۔ جیومیٹری اور اقلیدس کی شکلیں حل کرنے کے بعد ایک مناسب مقدارِ وقت میں کچھ کھیل بھی کھیلا کرے۔ یہی وقت ہے۔ ورنہ بڑے ہو کر نہ کھیلا جاتا ہے نہ کوئی کھیلنے دیتا ہے۔ ؎

عہدِ پیری نے بُھلایا دوڑ چلنا کودنا
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اوچھلنا کودنا

اس میں شک نہیں کہ سرکارِ دولت مدار نے مدارس میں ورزش کا انتظام کر رکھّا ہے۔ وقتِ مقرّرہ پر طلبہ کو ورزش میں جانا پڑتا ہے۔ مگر بعض طلبہ گھر آکر ورزش کا نام بھی نہیں لیتے۔ اور کتاب کے کیڑے بنے رہتے ہیں۔ پس طلبہ کی صحّت قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ورزش ماسٹر اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی لڑکا ورزش کے گھنٹہ میں غیر حاضر نہ رہے۔ اور جس طرح اَور اُستاد تعطیل میں کام دیا کرتے ہیں۔ جن تعطیلوں میں مدرسہ میں گیم نہ ہوں ورزش ماسٹر بھی گھر کے لئے کار دیا کریں۔ اور طلبہ سے گھر پر ورزش کرنے کا ثبوت لیا کریں +

ایک ڈاکٹر نے لمبا چوڑا نقشہ اوساطِ عمر کا دے کر یہ بات ثابت کی ہے کہ درزی اور مدرس کی نسبت کسان کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس

کے اور کچھ نہیں - کہ مدرس ورزش بدنی نہیں کرتا - یہی حال طالب علموں کا ہے - وہ بیچارے بھی مصیبت کے مارے بیٹھے بیٹھے کام کرتے ہیں - کسانوں کو بمجبوری پوری ورزش کرنی پڑتی ہے - یعنی اُن کے کار ہی ایسے ہیں - جو اُن سے محنت کراتے ہیں ۔

اس بات کی مثالیں موجود ہیں - کہ بعض طالب علم ورزش میں بھی اچھے ہیں - اور تعلیم میں بھی - جو دونو طرف توجہ رکھتا ہے - وہ دونو کام کر لیتا ہے - اچھا ورزشی اور کسرتی اچھا طالب علم ہو جاتا ہے - اور اچھا طالب علم اچھا اور عمدہ کسرتی ہو سکتا ہے - چنانچہ اس وقت روہتک ہائی سکول میں ایسے لڑکے موجود ہیں - لیکن بعض طلبہ جو صرف کتاب کی طرف جھک جاتے ہیں - اُن کی کامیاب فیصدی اُن طلبہ سے زیادہ ہے - جو ورزش کی طرف جھکتے ہیں - بے شک وہ امتحانوں میں پاس ہوتے ہیں - اور گریجوایٹ زیادہ ہوتے ہیں - اور زیادہ سرکاری عہدے پاتے ہیں - اس واسطے بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں - کہ جب سرکار تعلیم کے سرٹیفکیٹ دیکھتی ہے اور اُن طلبہ کو جو گریجوایٹ ہو جاتے ہیں - بلا تمیز اس کے کہ اُن کا جسم کیسا ہے ؟ صرف ڈاکٹر کے کار چلانے کے سرٹیفکیٹ پر اُن کو عہدے دیدیئے جاتے ہیں - تو کیا ضرورت ہے - کہ ہم اپنے بچوں کا وقت ورزش اور کرکٹ میں کھوئیں ؟ اس کا جواب تو اس رسالہ میں پہلے کئی بار تکرار کے ساتھ آ گیا ہے -

یعنی اگر ایسے طلبہ عمدہ بھی پا جائیں۔ جن کے جسم اور جان خراب ہوں۔ وہ کچھ مفید روزگار نہیں۔ نہ اپنی ذات کے لئے نہ ملک اور سرکار کے لئے۔ مگر تاہم یہ بات ہے پتہ کی۔ بہرکیف وہ لڑکا جو اپنا سارے کا سارا وقت کتاب اور حساب کو دیتا ہے۔ وہ اس سے اچھا رہیگا۔ جس کی ساری تعطیلیں جس کے سارے ایتوار۔ جس کے دو تین گھنٹے ہر روز ورزش کے کار میں جاتے ہیں۔ آج ٹیم دہلی جا رہی ہے۔ کل کرنال۔ پرسوں شملہ۔ ورزش کے منتخب طلبہ کے ہفتے کے ہفتے خرچ ہو جاتے ہیں۔ بہرکیف وہ لڑکے تعلیم میں بڑھ جاتے ہیں۔ جو کل اوقات تعلیم میں لگاتے ہیں۔ پس ہم ایسے ورزشی طلبہ کے لئے انصاف چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ سررشتہ تعلیم اُن کو کتابی کام میں کوئی رعایت دے۔ مثلاً اگر عام طلبہ چالیس فیصدی نمبروں میں پاس ہوں۔ تو اچھے ورزشی طلبہ ۳۳ فیصدی میں کامیاب ہو جایا کریں ۔

بعض طلبہ ایسے بھی ہیں۔ کہ جہاں اُنھوں نے دو چار دفعہ کرکٹ کی بیس بیس رنیں کیں۔ پس پھول گئے۔ جہاں ذرا ہیڈ ماسٹر خوش ہوئے۔ سمجھنے لگے کہ ہمچو ما دیگرے نیست ۔ بس اب کتاب طاق میں ہے۔ نیکی برباد گناہ لازم کر دیتے ہیں۔ وہ کیا وہ یہ کہ جب اُنھوں نے تعلیم عقلی پر توجہ کم کی۔ تو بہرحال فیل ہونا ہی تھا۔ مگر ہیڈ ماسٹر بچارے نے دیکھا۔ کہ

سال بھر جماعت میں حاضر رہا ہے ورزش میں اچھا ہے - اب کے اسی کی وجہ سے شیلڈ بھی آ گئی - گرو پرہ موڈ - اب کیا تھا طالب علم صاحب کے رہے سہے ہوش بھی مارے گئے - لکھنے پڑھنے کی طرف سے بالکل کورے ہو گئے - خیر سکول کی ترقی ہیڈ ماسٹر صاحب کے ہاتھ میں تھی - وہ ہر جماعت میں چڑھاتے رہے - لیکن یونیورسٹی کے امتحان میں ماسٹر جی کیا کرتے ؟ وہاں تو فیل ہونا لازمی تھا - سو فیل ہوئے اور بُری طرح فیل ہوئے - ؎

قسمت کی بد نصیبی ٹوٹی کہاں کمند

ایک آدھ ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

اب ایسی حالت ہو گئی کہ تمام عمر بھی امتحان دینگے تو کبھی پاس نہ ہونگے - وجہ یہ کہ جڑیں کھوکھلی ہیں - مڈل کی تعلیم تو یاد ہی نہیں - پھر انٹرنس میں کس طرح نکلیں ؟ ریاضی جانتے ہی نہیں - پاس ہوں - تو کیونکر ؟ پرائمری تک کی کمی - بھلا انٹرینس میں کس طرح پوری ہو ؎

سدا دور دوراں دکھاتا نہیں گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

افسوس غافل طالب علم اپنا وقت کھو دیتے ہیں - اور پیچھے جب نوکری نہیں ملتی اور دفتر میں دھکے ملتے ہیں - تو رو دیتے ہیں - ماسٹر جی کو بُرا بھلا کہتے اور پچھتاتے ہیں - مگر اب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ؞

بیٹھنے اور ایک جگہ جمنے کی وجہ سے اکثر طلبا کا
معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اُن کو قبض کی شکایت رہتی
ہے۔ بیچارے چورن کھاتے ہیں۔ حکیموں کی پھنکیاں
بناتے ہیں۔ ہسپتال جاتے ہیں۔ وہاں سے دوائیں
لاتے ہیں۔ جہاں تک تجربہ کیا گیا ہے۔ علاج اُن کا
ورزش ہی ہے +

حکایت۔ میرے ایک شاگرد کو جو رہتک سکول میں
تعلیم پاتا تھا۔ بدہضمی کی بیماری ہو گئی۔ اُس کی وجہ سے
اُسے حرارت سی رہنے لگی۔ بدن پر بخار سا محسوس ہوتا۔
یا یوں کہو کہ تبخیر ہوتی تھی۔ اُس غریب نے بہتیرا
اشتہاری اور غیر اشتہاری حکیموں کی دوائیں کیں۔ لیکن
کچھ نہ ہوا۔ آخر میں نے اُسے ہدایت کی کہ غذا کم
کرو اور ورزش کیا کرو۔ چنانچہ جب سے اُس نے ورزش
شروع کی ہے۔ آرام ہو گیا۔ سب سے بڑی بات یہ
ہے۔ کہ ورزش سے طلبہ کو بھوک خوب لگتی ہے۔
بورڈر ہوں یا شہری جو اُنہیں ملتا ہے۔ سب ہضم ہو
جاتا ہے۔ بقول شخصے بھوک میں کواڑ بھی پاپڑ ہو جاتے
ہیں۔ بہت کھانے اور ہضم کرنے کی وجہ سے اُن کا
بدن اور دماغ دونو قوی ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ کہ جو
کچھ ہے سب انسان کے معدہ میں ہے +

چوتھا باب

خوراک

جب میں نے یہ بتا دیا کہ طالب علم کو معتدل ورزش ضرور کرنی چاہیئے۔ تا کہ اُس کو بھوک اچھی لگے۔ جب بھُوک لگیگی۔ تو غذا کی ضرورت ہوگی۔ اس واسطے مناسب ہے۔ کہ ہم غذا کے بارہ میں بھی بحث کریں +

مثل مشہور ہے۔ کہ سب جانداروں کے پیٹ میں پاؤں ہیں۔ اگر پیٹ میں نہ پڑے تو بڑے بڑے شیردل چوکڑی چوک جاتے ہیں۔ اور اچھے اچھوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ دنیا داروں کا تو دار و مدار ٹکڑے پر تھا ہی۔ نہیں تارک الدنیا اور فقراے کاملین بھی روٹی بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مہاتما دادو جی کا قول ہے۔ سہ

دادو ڈیرا باغ میں اور بستی کی ڈھب دھیان
جب آوینگی دو روٹیاں تب سوجھیگا گیان

جب پیٹ بھرنے بغیر کسی نکمے سے نکمے۔ اور اچھے سے اچھے کو بھی چارہ نہیں۔ پھر بیچارے طالب علم کا تو کیا ذکر ہے۔ ایک تو عمر چھوٹی۔ آتشِ معدہ تیز۔

بھوک بہت - دوسرے محنت - غذا ضرور چاہیئے - بلکہ اوروں کی نسبت مقوی غذا چاہیئے - پس لازمی ہے - کہ طلبہ کو اُن کے حال کے موافق عمدہ غذا ملے - خوراک کا مفصل بیان تو موجب تطویل ہے - اور غذا کے بارہ میں یہ کر دینا کہ فلاں غذا ملے مشکل ہے - کیونکہ غذا مالی حالت پر منحصر ہے - ایک ایک کو اتنا ملتا ہے - کہ کھا بھی نہیں سکتا - اور ایک ایک کا پیٹ بھی نہیں بھرتا - مثل - ایک ایک کو دو اور چُپڑی ایک ایک کو آدھی اور رُوکھی - سہ

یکے را چناں تنگی آرد بہ پیش کہ نانے نہ بیند در انبان خویش
یکے را بدست افگند کوہ گنج نہ سنجیدہا می دہد کوہ سنج

تاہم طلبہ کے حق میں یہ کہنا ضروری ہے - کہ جہاں تک مل سکے گھی اور دود ضرور چاہیئے - خاص کر بارہ برس سے کم عمر طلبا کے لئے دود لازمی ہے - گوشت خوار طالب علم جہاں تک ہو سکے گوشت کم کھائیں - اور گوشت میں دو چند سبزیؔ ہُوا کرے - پھل ضرور ملیں - خاص کر ہندوستان کے مسلمانوں عیسائیوں اور سکھوں کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے - کہ غیر گوشت خور بچے ان بچّوں سے جو گوشت کھاتے ہیں ریاضی میں خصوصاً اچھے ہیں - طلبہ کی خوراک کے وقت مقرر ہونے چاہئیں - وقتوں کا فاصلہ درمیانی مناسب ہو - بورڈرز اکٹھے کھایا کریں - سپرنٹنڈنٹ نگرانی کرے - کہ

ؔ آلو اور اروی کو سبزی نہ سمجھنا چاہیئے ۔ ڈاکٹر جندو لال صاحب

کوئی طالب علم بہت جلدی بے چبائے نہ نگلے - بعض طلبا کم اور بعض زیادہ کھاتے ہیں - دونو کو اعتدال پر لانا مناسب ہے - کالج ہو یا سکول کوئی طالب علم بیچ کے طور پر چٹنی وغیرہ نہ لائے - ہاں سب طلبا کو سرکاری طور پر اچار یا چٹنی ملے - کم خور طلبا کی نسبت سپرنٹنڈنٹ غور کرے - اگر وہ بیمار رہیں - تو اُس کا علاج کرائے - ہر لڑکے کی بیماری کی نگہداشت پوری ہو ❊

جو مفلس ہیں وہ غذاے عمدہ سے بمجبوراً محروم رہتے ہیں - ناچاری ہر بات سے بھاری - کسی حکیم سے پوچھا کہ کھانا کب کھانا چاہئے ؟ کہا امیر کو جب بھوک لگے - اور بھوکے کو جب مل جائے - غریب طلبہ اول تو اس زمانہ میں پڑھ ہی نہیں سکتے - اگر کوئی ہمت کرکے پڑھنا اور بڑھنا چاہئے - اُسے بڑی دقتیں پیش آتی ہیں - ؎

زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ
پھدار پڑے اُڑتے ہیں بے پر کا خدا حافظ

غریبوں کا بوجھ ہونا چاہئے - اُن کے ہم قوم آسودہ حال پر - امراے صاحب اقبال پر - ورنہ اُن کو یاد رکھنا چاہئے - کہ اُن کی قوم میں سے علم و ہنر اُٹھ جائیگا - اور وہ رفتہ رفتہ مٹ جائینگے - کیوں ؟ امیر بچے اول تو پڑھتے ہی نہیں - اور اگر پڑھیں بھی تو اُن سے محنت نہیں ہو سکتی - اگر امیر بچے محنت بھی کریں - اور کچھ تحصیل بھی کرلیں - فضیلت کو بہت کم پہنچتے ہیں - خاص کر مسلمان امیر بچے - دنیا میں جو لوگ عالم

و فاضل اور علوم میں یکتائے دہر ہوئے ہیں۔ ان میں اکثر غریبوں اور معمولی حیثیت کے لوگوں کی اولاد تھے۔ بادشاہ اور امیر کبیر فاضل کم ہوئے ہیں۔ اب بھی یہی حال ہے۔ شروع سلطنت انگلشیہ میں مفلسوں کے بچوں نے وظائف حاصل کرکے ڈگریاں حاصل کیں۔ اور گریجوایٹ ہو گئے۔ جب نہ اتنی فیس تھی۔ اور نہ اتنی گرانی خوراک اور کپڑے میں تھی۔ افسر خوشامد کرکے طلبہ کو داخل کرایا کرتے تھے۔ اب ادھر تو فیس بڑھ گئی۔ ادھر ضروریات زندگی کی نہایت گرانی ہوگئی۔ مرتے کو مارے شاہ مدار۔ سررشتہ تعلیم نے بہت سی قیدیں لگا دیں۔ کہ حوصلوں کا بھرکس نکل گیا۔ آمدم بر سر مطلب ضرور ہے۔ کہ ہند کے راجہ اور نواب تعلقدار اور بسوہ دار اپنی اپنی قوم کے نادار لوگوں کی خبرگیری اور دستگیری کریں۔ ؎

اے شیخ با کرامت شکرانۂ سلامت
روزے تفقدے کن درویش بے نوا را

مسلمانوں میں زکواۃ نکالنے والے اب تک بھی اتنے موجود ہیں۔ کہ لاوارث اور کنگال بچوں کو بخوبی سنبھال سکتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ زکواۃ غیر مستحقوں کو دیجاتی ہے۔ اہل ہنود میں مال کا دسواں حصہ خیرات کرنا اچھا ہے۔ اس زمانہ میں غریب طالب ان خیراتوں کے مستحق ہیں۔ میں نہایت خوش ہوں اس بات سے کہ اکثر اہل ہنود صاحبان نے مفلس بچوں کے لئے فنڈ کھول رکھے ہیں۔ اور

وہ مفلسوں کی فیس دیتے یا اور طرح مدد کرتے ہیں۔ ع

آفریں باد بریں ہمتِ مردانہ شاں

جب میں نے اپنے ہم ملک بھائیوں کو نصیحت کر لی۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ سررشتۂ تعلیم کے افسران اور مہربان گورنمنٹ کی خدمت میں کچھ عرض کروں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ وظیفہ صرف مفلسوں کو عطا ہو + دوسری بات یہ ہے۔ کہ جب فیس کی مقدار بڑھ گئی ہے۔ وظائف کی مقدار بھی بڑھنی چاہیئے۔ پہلے یہ ہوتا تھا۔ کہ ایک بچہ مڈل میں دو روپے وظیفہ وصول کر کے فیس میں دے دیا کرتا تھا۔ اب وظیفہ فیس کے لئے بھی کافی نہیں ہوتا۔ حالانکہ وظیفہ کے یہ معنی ہونے چاہئیں۔ کہ فیس دے کر کچھ آذوقہ بھی ملے۔ بہرکیف وظائف کی مقدار اور تعداد بڑھنی ضروری ہے + تیسری بات یہ ہے۔ کہ بورڈنگ ہوس کی فیس مفلسوں سے بالکل نہ لی جائے۔ چوتھی گذارش یہ ہے۔ کہ تعلیم کی فیس کی معافی کی فیصدی بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ پہلے پرائمری میں دس فیصدی معافی ہوتی تھی۔ اور سکنڈری میں پانچ فیصدی۔ نئے کوڈ میں یوں لکھا ہے۔ کہ دس فیصدی معاف ہو سکتے ہیں۔ لیکن آئندہ کو پرائمری میں بیس فیصدی اور سکنڈری میں پندرہ فیصدی معافی ہو۔ اس گرانی کے زمانہ اور فیس کی شرح کی زیادتی کے وقت میں موجودہ رعایت ہرگز کافی نہیں +

بورڈنگ ہوس کے سپرنٹنڈنٹوں کو چاہیئے۔ کہ ڈاکٹر صاحب کے مشورہ سے اپنے ضلع اور صوبہ کے حالات اور رواجات کو مدنظر رکھ کر خوراک کا ٹائم ٹیبل بنایا کریں۔ اُس میں سبزی۔ دال۔ گوشت۔ گھی اور دودھ کی تعداد مقرر کریں۔ طلبا کو خواہ وہ مقیم خانہ ہوں یا بورڈرز سبزی زیادہ ملنی چاہیئے۔ اور جس جگہ گوشت عمدہ نہ ملے۔ وہاں گوشت بالکل نہ دیا جائے۔ ہیڈ ماسٹر کو کمیٹی سے درخواست کرنی چاہیئے۔ کہ گوشت خور طلبا کے لئے گوشت کا عمدہ انتظام کرے۔ جو بکرے وغیرہ استعمال میں لائے جائیں ڈاکٹر اُن کا معائنہ کیا کرے۔ بیمار جانوروں کا گوشت بورڈنگ ہوس میں ہرگز داخل نہ ہو۔ بورڈنگ ہوس میں جو آٹا آتا ہو وہ عمدہ ہونا چاہیئے۔ بعض پسنہاریاں آٹے میں ملاوٹ کر دیتی ہیں۔ رِل کا بہت باریک آٹا بھی صحت کے لئے اچھا نہیں۔ جو ترکاری اور روٹی طلبا کو دی جائے۔ وہ صاف اور خوب پکی ہوئی ہو۔ روٹی ضروری ہے۔ کہ توے سے اُتار کر کوئیلوں پر بھی سینکی جائے۔ ہفتہ میں ایک دن بورڈرز کو غذائے لطیف و مقوی ضرور دینی چاہیئے۔ مثلاً حلوا۔ پوری۔ کھیر۔ پلاؤ۔ زردہ جو مناسب ہو۔ سب سے بڑی بات طلبا کی خوراک میں زود ہضمی کا خیال ہے۔ میں ہندوستان کے طلبا کے والدین اور بورڈنگ ہوس کے سپرنٹنڈنٹوں سے سفارش کرتا ہوں۔ کہ اپنے بچوں کے لئے سوائے موسم برسات کے اور سب دنوں میں عمدہ

چھاچھ کا انتظام کریں - چھاچھ پینے والے کو گوشت جیسی گرم خوراک گرمی نہیں کرتی - چھاچھ میں دُودھ سے زیادہ غذائیت ہے - اس ملک کے جاٹوں کے مضبوط اور قوی ہیکل ہونے کا بڑا راز چھاچھ میں ہے - جو جاٹوں کے بچے شہر کے بورڈنگ ہوس میں داخل ہو کر چھاچھ سے محروم ہو جاتے ہیں - اُن کو بڑا نقصان پہنچتا ہے - بعض بورڈنگ ہوسوں میں خوراک کا یہ انتظام ہوتا ہے -- کہ جتنی چپاتیاں کوئی بورڈرز کھاتا ہے - اُتنی ہی اُس کے نام لکھی جاتی ہیں - اس صورت میں بعض لالچی لڑکے کم چپاتیاں کھاتے ہیں - اور جب بھوک لگتی ہے تو چنے چباتے ہیں - جو اُن کی صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں - پس یہ انتظام بہت بُرا ہے - بورڈنگ ہوس میں باریک اور سِکی ہوئی چپاتی جتنی کوئی طالب علم کھا سکے کھائے - اور خوراک کے دام سب سے برابر وصول کئے جائیں اس پر صرف یہ اعتراض ہو سکتا ہے - کہ کم خوراک طلبا پر ظلم ہوگا - مگر یہ خیال بہت ادنے درجہ کا ہے - اور ملک کا بھائی چارہ اور یگانگت دور کرتا ہے - کیا ہرج ہے اگر ایک بھائی کا تھوڑا سا مال دوسرے نے کھا لیا - اس نقصان سے وہ نقصان بڑا ہے - جو مفلس بچوں کو بھوکا رہنے سے ہوتا ہے + ایک نہایت ضروری اور قابل عمل ہدایت یہ ہے - کہ بورڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ نہایت نیک چلن - معمر اور محتاط ہو - اکثر

سپرنٹنڈنٹ دوکانداروں سے مل جاتے ہیں۔ اور اُن سے دستوری لیتے ہیں۔ جس کے باعث دکاندار بچوں کو آٹا وغیرہ خراب اور مضرِ صحت دیتے ہیں۔ اگر کسی سپرنٹنڈنٹ کی نسبت یہ امر ثابت ہو جائے۔ اُسے اصل نوکری سے بھی بر طرف کر دینا چاہیئے۔ وہ اپنے ملک اور قوم کی جڑیں کاٹتا ہے۔ ع یکے بہ در آتش کر خلقے بداغ ٭

پانچواں باب

نیک چلنی

شاہ راہِ شاعری پر شوق سے اے دل! تو چل
راہ لیکن سخت ٹیڑھی ہے ذرا چلنا سنبھل

یہ باب اس مضمون میں بہت ہی مشکل اور سخت وشوار گزار ہے۔ میرا خیال تھا۔ کہ اُس کے الفاظ اور اُس کی عبارت پر نکتہ چینی ہوگی۔ بعض لوگ تو محض عداوت اور حسد کی وجہ سے حرف گیری کیا کرتے ہیں۔

؎ لاکھ صنعت گری میں کوئی جان اپنی کھپائے
عیب جو اُس میں نکالے شاخسانہ پُر ضرور

آپ بھونڈی شکل تک وہ کھینچ سکتا ہے نہیں
اَور کی تصویر کا خاکہ اُڑانا پر ضرور

اس ملک میں مصنف کو بڑی دقت یہ ہے - کہ اگر ضروری باتوں کو چھوڑ دے - مضمون بے سود ہو جاتا ہے - اور اگر بیان کرے تو ظاہر کے مہذب اور ناتجربہ کار ریفارمر عیب گیری کرتے ہیں - صاحب! الفاظ مکروہ ہیں۔ صاحب ایسی باتوں کو یُوں نہیں کہنا چاہیئے - اچھا صاحب تو آپ بتایئے کس طرح کہنا چاہیئے؟ ؎

خطا بھی اس کی کچھ کیوں قطع کرتے ہو زباں میری؟
جو کہنے کی ہے کہتی ہے یہ کیا کچھ اور کہتی ہے؟

افسوس صد افسوس ؎

پھُول توڑوں تو چبھیں ہاتھ میں کانٹے اے رنج!
عیش چاہوں تو وہیں رنج کا سامان نکلے!

لیکن کیا لوم لائم کے ڈر اور اعتراضوں کے خطر سے حق بات نہیں کہنی چاہیئے - استغفر اللہ ہرگز کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا چاہیئے - اور حضرت سعدی کی رائے فیض پیرائے کے مطابق - ع حق نشاید گفت الا آشکارا ؎

پی اپنے سے سر مکھ رہیئے جگ میں لاج رہے نہ رہے
ٹوٹ گیا جب گھٹ کا دھاگا مالا ہاتھ رہے نہ رہے

مگر میں نے جناب شیخ محمد نصیب صاحب بیرسٹرایٹ لا اور لالہ سمیر چند صاحب پلیڈر روہتک اور اور دوستوں کی رائے سے اس باب کے الفاظ بدل دیئے - اور عبارتیں کی عبارتیں کاٹ دی ہیں - اگر اب بھی اعتراض

ہوں۔ تو قسمت ۔ ۔ ہ

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

جب ہم نے اپنے بچوں کے لئے غذائے عمدہ تجویز کر دی ۔ تو انشاء اللہ اُن میں طاقت پیدا ہوگی ۔ مگر جس چیز کو اتنی محنت سے پیدا کیا ہے ۔ اس کی حفاظت بھی ضروری ہے ۔ ۔ ہ

پسہ چوں زدہ بر گرشتش ہنیں ٭ ز نامحرماں گو فرا تر نشیں

سعدی صاحب کا مندرجہ بالا شعر بڑا معانی خیز اور حقیقت پر مبنی ہے ۔ اس کا ایک ایک حرف سونے کے مول اور جواہر کے تول بھی سستا ہے ۔ اگر لن ترانی اور شیخی نہ سمجھی جائے ۔ تو میں یہ بات ظاہر کرتا ہوں ۔ کہ مجھے مدرسہ کی ابتدائے ملازمت سے طلبا کی نیک چلنی کا بہت ہی خیال رہا ہے ۔ ۔ اور ہندوستان جیسے حار ملک کے لڑکوں کو جن کو بارد ملکوں کے بچوں کی نسبت ازدواج کی ضرورت جلد ہوتی ہے ۔ عادات بد سے بچانے کی بہت کوشش کرتا رہا ہوں ۔ چنانچہ میں اس مفید مضمون پر محض للہ اور اپنا قدرتی فرض سمجھ کر لکھ دیتا رہا ہوں ۔ اس سے اکثر افسر اور میرے شاگرد جن کی تعداد خدا کے فضل سے ہزاروں تک پہنچ گئی ہے ۔ خوب واقف ہیں ۔ ۔ ہ

پتّا پتّا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

ایک دفعہ انبالہ ایم بی سکول کی مدرسی کے زمانہ میں مجھے خیال ہُوا - کہ اُن خاص علتوں اور بُری عادتوں کے نام لے کر جس میں اس زمانہ کے اکثر طلبا مبتلا ہیں - طلبہ کو اُن کے نقصانات بتلائے جائیں - اور لڑکوں پر ظاہر کر دینا چاہیئے - کہ ایسی حرکات اور عادات اِن وجوہات سے خراب ہیں - مگر خیال یہ ہُوا کہ کھول کر کہا جائے - یا رمز و کنایہ سے کام لینا چاہیئے - جیسا کہ میں ہمیشہ لیتا رہا ہوں - چونکہ رمز و کنایہ سے اچھی طرح کام نہ نکلا تھا - اس واسطے میرا رجحانِ طبیعت اس طرف ہُوا - کہ امراض کے نام لے کر اُن کی حقیقت کھول دینی چاہیئے - اور اُن کے مضار کا بار بار تکرار کر کے طلبہ کو اُن سے نفرت دلانی لابُدی ہے - مگر مناسب یہ معلوم ہُوا کہ اپنے دوستوں سے اس بارہ میں مشورہ لیا جائے - چنانچہ میں نے ایک روز فرصت پا کر رائے صاحب لالہ مرلیدھر وکیل انبالہ سے ذکر کیا - اُنہوں نے فرمایا - کہ ان باتوں کا ذکر ہی نہ آنا چاہیئے - اس وقت میں نے بھی یہی خیال کیا - کہ جس طرح یورپ کے بعض مہذب خاندانوں کے بچوں کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی - کہ بچہ پیدا کیونکر ہوتا ہے - اکثر بچہ کہا کرتے ہیں کہ چھوٹا بھائی آسمان پر سے آیا ہے - اس لئے وہ اعلےٰ درجہ کے نیک چلن اور متقی نکلتے ہیں - شاید ہند میں بھی یہی عمل مُفید ہو - مگر تجربہ سے ثابت ہُوا - کہ ہندوستان میں ایسے لڑکے اور نا مہذب لوگ کثرت سے موجود ہیں - جو لڑکوں کو

عاداتِ رذیلہ سکھا دیتے ہیں ایک تو خود نیچر نے لڑکوں کی طبیعت میں ایک خواہش رکھی ہے۔ جو خود اُن کو اس طرف کھینچتی ہے۔ دوسرے یہ ظالم رہبر مل جاتے ہیں۔ گویا دیا سلائی میں آگ تو پہلے ہی سے موجود تھی۔ رگڑنے والے کی دیر تھی۔ سو وہ بھی مل گیا۔ فوراً جل اُٹھی۔ ایک تو کریلا کڑوا تھا پھر نیم چڑھا۔ چلو تلخی کامل ہوگئی۔ اس واسطے مولنا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اور سچ فرمایا ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند

ایک بھلا مانس چوروں کے جرگہ میں رہ کر چور۔ اور جواریوں میں بیٹھ کر جواری ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر ساری باتیں نہیں سیکھتا۔ تو کچھ نہ کچھ تو لے ہی لیتا ہے۔ ریشم ریس پڑوسن سیکھ۔ ہر بد کا کام ہے کہ وہ اپنی بدی دوسروں کو سکھایا کرتا ہے۔ آپڑوسن مجھ سی ہو۔ پھر بچے جن کی اخذ کرنے کی قوت تیزی پر ہوتی ہے۔ کیونکر بچ سکتے ہیں۔ وہ تو ضرور اُن کے دامِ نحوست میں پھنس جاتے ہیں۔ بنابرآں بچوں کو تندرست اور صحیح سالم جوان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ صحبتِ بد سے بچائیں۔ لڑکوں اور نوجوانوں کو خود چاہیئے۔ کہ بُری رفاقت سے بچیں۔

؎ اے جواں از صحبتِ بد دُور باش
این کلام نور بشنو نور باش

مگر افسوس یہ ہے۔ کہ نیک صحبت بہت کم ملتی

ہے - اور بُری صحبت کثرت سے موجود ہے - ہر محلہ میں - ہر سکول میں - ہر بورڈنگ ہوس میں - دو چار ایسے اوباش اور لکنڈرے لڑکے اور ہر جگہ ایسے بد چلن انسان موجود ہیں - کہ اُن کی شرارت دوسرے بے گناہ بچّوں اور نوجوانوں میں ضرور سرایت کر جاتی ہے +

ہندوستان میں تو یہ مرض تھا ہی - مگر بعض اخبارات اور رسالجات سے معلوم ہُوا ہے - کہ اب یورپ میں بھی شائع ہو گیا ہے + الغرض جب مجھے یہ ثابت ہُوا - کہ طلبا اپنی ناواقفی کی وجہ سے بد عادات کا شکار ہوئے جاتے ہیں - تو میں نے اپنا لکچراری کا کام جاری رکھا - الحمدللہ ! کہ میری تقریروں اور وعظ و نصیحت کا بہت عمدہ اثر ہُوا - چنانچہ ایک عرصہ کے بعد انبالہ سکول کا ایک طالب علم قوم سکھ جو اب جوان ہو گیا تھا - روہتک آ کر مجھ سے ملا - اور اس شریف لڑکے نے صاف صاف کہ دیا - کہ میں صرف آپ کی وجہ اور آپ کی توجہ سے بچ گیا - ورنہ مجھے فلاں طالب علم نے وہ مرض لگا دیا تھا - جس دن رات کو میں نے وہ حرکت کی - صبح کو آپ نے سکول میں جماعت کے سامنے اُسی مضمون پر لکچر دیا - میں سمجھ گیا - اور پھر میں نے وہ حرکت نہیں کی - ۵

میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چُکا تھا
تم وقت پہ آ پہنچے نہیں ہو ہی چُکا تھا

اب وہ طالب عالم ہٹا کٹا جوان اور ایک پہلوان آدمی ہے۔ اگر خدا نخواستہ وہ عادت اس میں مستحکم ہو جاتی تو تمام عمر نہ پنپتا۔ آخر ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں کھاتا۔ مر جاتا۔ آگے کو اولاد ہرگز نہ ہوتی۔ اور اگر ہوتی تو پدر ترا باشد پسر توں ہو جیسا وہ ہوتا ویسی اُس کی اولاد ہوتی۔ شملہ بمقدارِ علم +

"ماں پر وہی پتا پر گھوڑا۔ بہتا نہیں تو تھوڑا تھوڑا"

اب مجھے یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔ کہ کھولکر بدچلنیوں کے نام اور اوصاف بتلا دینے طلبا کے حق میں فائدہ مند ہیں۔ میرے خیال کی تائید میں ایک نیک دل پادری صاحب نے بھی حال ہی میں بعض علتوں کے نام صاف صاف لکھ کر ہیڈ ماسٹروں سے پوچھا ہے۔ کہ فلاں مرض تو طلبا میں ترقی نہیں کر رہا۔ جس میٹنگ میں جناب سید مقبول شاہ صاحب سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول روہتک نے اُس کاغذ کو پیش کرکے مدرسوں اور ماسٹروں سے رائے لی تھی۔ میں نے صاف کر دیا تھا۔ کہ اس زمانہ میں اکثر طلبا کو اس قسم کی عادتیں ہیں۔ اور بڑھتی جاتی ہیں۔ اسی طرح انبالہ شہر کے سالویشن آرمی کے گرجا میں پبلک کے ہزاروں آدمیوں کے جلسہ میں میں نے عرصہ دراز ہوا۔ کہ علانیہ کر دیا تھا۔ کہ بعض بورڈنگ ہوس بتی دکھانے کے لائق ہیں۔ یہ بات بعض لوگوں کو سخت ناگوار گزری تھی۔ لیکن چونکہ حق تھی۔ اس واسطے کوئی دم نہیں

مار سکا تھا۔ اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَ لَا یُعْلیٰ (حق غالب رہتا ہے دبتا نہیں) ✤

اس زمانہ میں طالب علموں اور عام ہندوستانی لڑکوں کو عموماً تین قسم کی علتیں ہوتی ہیں ✤

(۱) لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلق ✤

(۲) لڑکوں کا باہم خلاف وضع فطری عمل کرنا۔ بد چلن آدمیوں سے ملنا ✤

(۳) خود اپنی جڑیں کاٹنا ✤

یہ مرض دس سال کی عمر سے اور کبھی کبھی اس سے پہلے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پندرہ سال کی عمر میں جا کر مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور پندرہ سولہ برس کے لڑکوں میں سے کوئی مائی کا پوت ہی ان سب سے بچتا ہے ✤

نمبر اوّل جب تک ہم عمر یا کم عمر لڑکیوں میں محدود رہتا ہے۔ کمزوری پیدا کرتا ہے۔ ظاہر ہونے پر فریقین کی عزت اور آبرو برباد ہوتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ایسی لڑکیاں اکثر فاحشہ ہو جاتی ہیں۔ خانۂ شوہر کو بمشکل آباد کرتی ہیں۔ لیکن جب فاحشہ عورتوں سے تعلق ہوتا ہے۔ تو خدا محفوظ رکھے۔ نادانوں کو ایسے امراض لاحقِ حال ہو جاتے ہیں۔ کہ جن کا نتیجہ آخر کو جذام اور موت ہوتا ہے ✤ ریش درویش را بہ نیش ملامت خراشیدن و نمک بر آں مناسب نہیں۔ ورنہ میں چند لڑکوں اور نوجوانوں کے مفصل حالات مع پتہ و نشان لکھ کر ناظرین

کو یقین دلا دیتا اور بتلا دیتا۔ کہ کس طرح بے شمار نوجوان موت کا شکار ہوئے ہیں۔ اور کتنے کی موت مرے ہیں ؎

کس طرح جائینگے یہ درد و الم یا اللہ
جس قدر ان کو گھٹاتا ہوں سوا ہوتے ہیں

تاہم ایک دو قصہ بلا نام لکھ کر اپنے ملک کے بزرگوں کی توجہ اس طرف منعطف کرتا ہوں۔ اور التجا کرتا ہوں۔ کہ خدا کے واسطے ملک کے نو نہالوں کو ان آفات سے بچاؤ۔ اے ہندو مسلمانوں! آپس میں پھر لڑنا۔ پہلے ملک بھر کی جڑ کی خبر لو؛

پنجاب کے ۳۰ ہزار کی آبادی کے ایک شہر میں ایک برہمن رہتا ہے۔ یوں تو اُس کے دو لڑکے تھے۔ مگر بڑا لڑکا تندرست اور سال کا سا پورا تھا۔ جو کچھ سلوک اِس بد نصیب ملک میں اُس غریب کے ساتھ ہوا۔ اُس کو رہنے دیجئے۔ گویا ایک نو بادۂ اقبال کی۔ یا یوں کہو۔ کہ سیب کے ہونہار بِروے کی۔ یا انگور کی عمدہ بیل کی جڑیں کاٹی گئیں۔ سب باتوں کا پردہ پوشیدہ رکھکر ایک بات لکھی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک عورت قوم کہار (جھری) اُن کے ہاں پانی بھرا کرتی تھی۔ اُس ظالمہ نے اس پندرہ سالہ سادہ لوح نوجوان کو ڈوری پر لگایا۔ حتےٰ کہ نوجوان کو گرمی کی منحوس بیماری۔ (جس کا نام لینا بھی تہذیب سے باہر ہے) ہو گئی۔ پہلے تو تمام بدن پر داد پیدا ہوئے۔ اور فسادِ خون کے چھالے پڑ گئے۔ اُس کا چاند کا سا چہرہ ننیر کا سا مُنہ

بن گیا۔ بعدہٗ پھٹنی شروع ہو گئیں۔ باپ جو پوچھتا
ہے کہ کیا ہوا۔ مگر بُجھے تو اندھا۔ اُگلے تو کوڑھی۔ کیا
کہے کچھ کہا نہیں جاتا۔ باپ نے بہتیری دوا دارو میں
بیسیوں علاج معالجے کئے۔ مگر کیا ہوتا تھا۔ ؎

چلے کچل بچا ہے اصل تلسی بڑا افسوس
مہمان کھٹی سگندھ کی راول سے پڑوس

انگلیاں موٹی ہو گئیں۔ ناخن گرنے لگے۔ آخر ایک
پاؤں کا انگوٹھا گر گیا۔ بھری شکل بگڑی ہیئت۔ دیکھ
کر ڈر لگتا تھا۔ ؎

برسوں سے یہی رنگ گلستانِ جہان ہے
جس گل پہ بہار آج ہے کل اس پہ خزاں ہے

یا تو بیسیوں یارِ غار۔ درجنوں جاں نثار ہر وقت
دلداری کو تیار رہتے تھے۔ یا اب یہ حال ہوا۔ کہ کوئی
پاس نہ پھٹکتا تھا۔ ؎

دن اچھے تھے جب تک تیرے آشنا تھے
بُرے وقت میں سب کنارے ہوئے ہیں

خیر غیروں کا تو کیا کہنا۔ دگر دگر مگر جگر تو جگر ہوتا
ہے۔ خود ماں باپ اور بھائی نے انتہائی بے مروّتی کے
ساتھ گھر سے نکال باہر کے مکان میں بٹھا دیا۔ کھانے
کی تھالی جدا۔ سونے کی نہالی جدا۔ لوٹا جدا۔ کٹورا جدا۔
غرض اپنی راحت جان کا کل سامان الگ کر دیا۔ ؎

بروزِ بیکسی کس نیست یار و غمگسارِ من
کہ سایہ ہم نیارد طاقتِ شب ہائے تارِ من

دنوں الگ نکما بیٹھا رہتا۔ راتوں جدا پڑا ہوتا۔ اور سوچا کرتا۔ کیا تھا کیا ہو گیا؟ ؎

گزرتی ہے جو دلپر مبتلا کے مبتلا جانے
جو ہو بے درد وہ دردِ دلِ بیمار کیا جانے؟

آخر وہ نامراد نوجوان بے شمار تکلیفیں اور رنج اٹھا کر اس دار نا پائیدار سے آخرت کو سدھار گیا۔ مٹی پردہ پوشیدہ ہوئی۔ سچ پوچھو تو بچ گیا۔ عذاب سے چھوٹ گیا۔ واقف لوگوں کا ذلت کی نگاہ سے دیکھنا۔ خود اُس کے دل کی ندامت اور شرمندگی۔ بدن کے ظاہری دُکھ خدا جانے اس غریب کو کیا کیا تکلیف تھی ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبت لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ!

میں نے ایک دن اُس کے والد سے پوچھا۔ کرچند کہاں ہے۔ کہنے لگا تو طوطا تو اُڑ گیا۔ یعنی مرگیا۔ ع

یہ وہ داغ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

کے آدمی کے پیر شدی۔ آٹھ سال کی عمر سے بُری صحبتیں شروع ہوئیں۔ پندرہ سال کی عمر میں بیماری لگی۔ پانچ سال کی مصیبت کے بعد ساری امیدوں کا خاتمہ ہو گیا۔ فرمایئے کیوں پیدا ہوئے تھے؟ کیا کر گئے محض بے نیل مرام مر گئے۔

ایک میر صاحب جو سرکاری پولیس میں ملازم تھے۔ اور دوسرے سید صاحب جو پٹیالہ کی ریاست کے اہلکار تھے۔ اس مرضِ بد کی بدولت کتے کی موت مرے۔

تڑپ تڑپ کر جان دی - دونو پچیس تیس برس کے آدمی بدن کے مضبوط - گھروں کے لاڈلے - اور تندرست جوان تھے ؎

ہائے مرنے والا اک اک عالم تصویر تھا
پھر نہ پیدا ہونگی ایسی مٹنے والی صورتیں

وہ جو کسی شاعر نے کہا ہے - ؎

باغ دنیا میں نہ ہوگا کوئی ہم سا بےنصیب
آئے ایسے باغ میں اور خالی داماں ہم چلے

وہ گویا ایسے ہی نوجوانوں کی زبان سے ہے - نوجوانوں اور لڑکوں کے پیچھے صدہا بلائیں لگی ہوئی ہیں - خانگی - بازاری عورتیں - بُری لڑکیاں - بد معاش مرد - بد چلن لڑکے - غرض یک انگور صد زنبور کا معاملہ ہے - ع

لٹے یہ ایک بندہ کس طرح ساری خدائی سے

آخر وہی حال ہوتا ہے - جو اُس مجذوم طالب علم کا ہُوا تھا مگر قصور اُنہی کا سمجھا جاتا ہے ؎

کرنی کرے تو کیوں ڈرے اور کرکے کیوں پچھتائے
پیڑ لگے ببول کے آم کہاں سے کھائے

لیکن جو بچنے والے ہیں - وہ خدا کے فضل سے بچ بھی جاتے ہیں - ؎

چلتی چاکی دیکھ کے دئے کبیرا رو
دو پاٹن کے بیچ آ کے ثابت رہا نہ کو
چاکی چلے تو چلن دے پیسن دے سب ناج
جو سائیں کے لال ہیں رہیں کیاڑے لاگ

حکایت - انبالہ شہر میں ایک اور سید صاحب تھے۔ جن کا نام نامی صفدر علی تھا - زندہ دل اور خوش باش آدمی تھے - ایک دن میں نے اُن سے کہا - کہ میر صاحب! باوجود اس پیرانہ سالی کے کہ آپ پنشن بھی لے چکے ہیں - آپ کا رنگ ایسا ہے جیسا کہ شلجم یا سیب کا۔ ماشاء اللہ بدن فربہ - سب اعضا مضبوط - نظر تیز - کان اچھے - ہاتھ پاؤں چلتے پھرتے - آواز کراری - رانوں اور سینہ پر تیاری ہٹے کٹے آدمی ہو - اس کا کیا سبب ہے؟ سچ سچ بتلائیے - میر صاحب نے فرمایا مولوی صاحب!۔ میں بچہ تھا - اور مجھے کسی بات کی تمیز نہ تھی - دنیا کی ہوا بالکل نہ لگی تھی - ہر بات سے ناواقف اور ناآشنا تھا - کہ محلہ کے ایک شخص کے گھر گیا - آگے کیا دیکھتا ہوں - کہ وہ شخص چیخیں مار رہا ہے - روتا ہے - تڑپتا ہے - معلوم ہوتا تھا - کہ سخت بے چین ہے - میں نے پوچھا - کہ حضرت تمہیں کیا ہوا ہے - کہنے لگا - کہ بچہ! یاد رکھ کبھی کسی غیر شخص کی عورت سے بات نہ کرنا - ورنہ تیرا بھی ایسا ہی حال ہو جائیگا ۔ اے نور چشم! کان پکڑ - اور میری بات کو دل میں جگہ دے - ہرگز ایسے رستہ پر قدم نہ رکھنا - ورنہ تمام عمر دستِ حسرت افسوس کے دانتوں سے کاٹتا رہیگا - میر صاحب فرماتے تھے - کہ اُس شخص کی ہدایت فوراً میرے دل کے اندر گھر کر گئی - اور میں نے عہد کیا کہ اس کے کہنے سے باہر پاؤں نہ رکھونگا - چنانچہ وہ دن اور آج کا دن

ہے - میں نے کبھی کسی غیر کی عورت سے بات بھی کی ہو تو منہ ٹوٹ جائے - دیکھا ہو تو آنکھ پھوٹ جائے - بس میری تندرستی - لمبی عمر - طاقتِ جسمانی - ثابت ایمان - اور منزل آسان ہونے کا بڑا سبب یہ ہے - واہ وا میر صاحب ! واہ وا کیا کہنے ہیں آپ کے - ع

این کار تو آید و مردان چنیں کنند

پس میں اپنے ملک کے نوجوانوں سے التجا کرتا ہوں اور خوشامد کرکے کہتا ہوں - کہ خدا را اپنی جان - اپنے خاندان اپنے دھرم اور اپنے ایمان پر رحم کرو - اور اُن بڈھے سید صاحب کی چال پر چلو - یعنی غیر عورتوں سے دور رہو - سہ

پر تریا ماتا سمجھو پر دھن سمجھو پکھان
اتنے پر ہر نا ملیں تو تلسی رام جمان

مگر ساتھ ہی میں حکام سے یہ التجا کرتا ہوں - کہ بورڈنگ ہوس اور مدرسہ یا کالج ایسی جگہ پر ہونا چاہئے - کہ رستے میں بھی کسی پیشہ ور عورت کا مکان نہ آتا ہو - اور قرب و جوار میں تو ہرگز نہ ہو - اگر ہو اُسے وہاں سے

لہ پکھان - پتھر یا پاخانہ کا بگاڑ ہے - جمان - ضامن - تلسی رام ایک ہندو شاعر کا نام - تلسی ایک پودا ہے جسے ہندو صاحبان متبرک سمجھتے ہیں - رام جمان ایک کانٹے دار روڑی گھاس ہے - دو معنی ہیں - پرائی عورت کو ماں سمجھو - اور دوسرے کے مال کو گوہ یا پتھر جانو تو اس پر بھی خدا سے وصل نہ ہو تو تلسی رام ضامن ہے یا تلسی

حکماً اُٹھوا دیا جائے۔ خس کم جہاں پاک۔ اگرچہ آزادی رعایا بہت اچھی چیز ہے۔ مگر ؎

نکوئی با بداں کردن چناں است کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

در اصل گورنمنٹ فیاض اور نیک دل ہے۔ وہ رعایا کے کسی فرقہ کو بھی تنگ کرنا نہیں چاہتی۔ یہ خیال ہے جو بازاری عورتوں کے بر خلاف کوئی قانون جاری نہیں کرنے دیتا۔ مگر ؎

ترحم بر پلنگ تیز دنداں ستم گاری بود بر گوسفنداں

انسان کے پاس پانچ چیزیں بڑی قیمتی ہیں:-

اوّل۔ ایمان۔ دوم۔ آبرو۔ سوم جان۔ چہارم اولاد۔ پنجم مال۔ ان سے بڑی دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ لیکن اے جوان! اس کام سے پہلے تو ایمان جاتا ہے۔ پھر اپنی جان خراب ہوتی ہے۔ صحت بگڑتی ہے۔ آگے کو اولاد مار ہوتی ہے۔ اور مال جیسی قیمتی چیز بھی برباد ہو جاتی ہے۔ ہزارہا زمیندار اور بسوہ بردار مفلس اور نادار ہوکر در بدر خاک بسر جوتے پھٹکارتے پھرتے ہیں۔ بہت سے ملازموں نے نوکریاں کھو دی ہیں۔ ہزارہا بدکاروں کی لڑکیاں پیشہ کرتی ہیں۔ اور مجلسوں میں ناچتی ہیں۔ خیال تو کیجئے اس سے بڑی بے آبروئی اور کیا ہوگی؟

ع ختم شد بر تو حیا و بر من مسکیں سخن

(۲) بعض لڑکے ناواقفیت کی وجہ سے باہم خلاف قدرت خرابی کرتے ہیں۔ اور دین و دنیا دونو سے جاتے رہتے ہیں۔ بعض بد چلن انسان نادان لڑکوں کو تباہ

کرکے سیاہ روئی حاصل کرتے ہیں۔ عیب تو اَور بھی بہت ہیں۔ اور سب بُرے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر اس سے بُرا عیب کوئی نہیں۔ بدکار سے بدکار انسان بھی اس کے عیب دار کو بد ترین خلائق سمجھتا ہے۔ نہایت رذیل اور ذلیل خیال کرتا ہے۔ خود اس کا دل اُسے ایسی ملامت کرتا ہے۔ کہ وہ زندہ درگور رہتا ہے۔ بعض لوگ جو دوزخ اور بہشت یا کرم دھرم کے قایل نہیں۔ وہ ضمیر کی پھٹکار ہی کو دوزخ سمجھتے ہیں۔ خیر اُن کی تو یہ سخت غلطی ہے۔ اس جہان کے اعمال کی سزا و جزا ضرور اگلے جہان یا جنم میں ملیگی۔ اور ملنی چاہئے۔ ورنہ کسی کا ڈر اور خطر نہیں رہتا۔ انسان جو چاہے سو کرے۔ خدا منصف ہے وہ بندوں کے حقوق کو معاف نہیں کریگا۔

عیب دار بدنصیب لڑکے چھوٹی عمر کے ہوں۔ یا بڑی کے اوّل تو بڑھاپے کو پہنچ نہیں سکتے۔ اور اگر پہنچتے ہیں۔ تو یہ شعر پڑھتے مرتے ہیں۔ ؎

آکے دنیا سے یہ تحفہ لے چلے ہم روسیاہ
ہاتھ میں اعمال نامہ بارِ عصیاں پیٹھ پر

اللہ اکبر دنیا میں جہاں باقیاتِ[1] صالحات ہیں۔ اور

[1] نیک اور اچھی باتیاں۔ جیسے نیک بچہ۔ سرائے۔ دھرم سالہ۔ کوآں مدرسہ۔ مسجد وغیرہ ایسے ہی صدقات جاریات ہیں۔ ایسے کام جن کا ثواب بعد میں ملتا رہے۔ جیسے سدا برت۔ وقف۔ مدرسہ۔ مندر وغیرہ۔ نور

صدقاتِ جاریات ہیں - وہاں سیئاتِ[1] جاریات بھی ہیں - اگر کوئی شخص دوسرے آدمی میں بُری عادت پیدا کردے تو وہ اَور دوسروں میں پیدا کریگا - اَور وہ آگے اَوروں میں اور وہ اَوروں میں اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا - اور سب گناہ اُس کے نام لکھے جائینگے - جس نے اوّل اُس کی بنیاد ڈالی تھی - البادیُ اظلمُ[2] - جیسے اَلدَّالُ عَلَی الخَیرِ کَفَاعِلِہٖ[3] ہے - ایسا ہی اَلدَّالُ عَلَی الشَّرِّ کَفَاعِلِہٖ[4] بھی ہے ❖

سررشتۂ تعلیم کے افسروں کا یہ اصول کہ دو طالب علم ایک کوٹھڑی میں نہ رہیں - بہت ہی اعلےٰ درجہ کا ہے - ہندوستان کے اعلےٰ سے اعلےٰ مدارس کے طالب علم اور امیر سے امیر لڑکے اس علت میں پکڑے گئے ہیں - گو عدالتوں میں چالان اور مقدمے نہ ہوئے ہوں - اگرچہ بھرے ہوئے کمروں میں بھی یہ فعل صادر ہوا ہے - مگر پھر بھی ایسی ایسی تجویزیں اُس کے انسداد کے لئے مفید ہیں - جن کا عمل درآمد بورڈنگ ہوسوں میں کیا جائے - تو اچھا ہے ❖

(ڈ) صرف دو لڑکوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا موقع

---

[1] سیئات بدیاں - جاریات جاری رہنے والی جن کا عذاب ملتا ہے ❖

[2] شروع کرنے والا بڑا ظالم ہے ❖

[3] نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہے - جیسا کرنے والا ❖

[4] بدی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے - جیسا بدی کرنے والا ❖ ۱۲

نہ دیا جائے۔ بلکہ ایک کوٹھڑی میں تین لڑکے بھی نہ رکھے جائیں۔ کبھی ایک لڑکا رخصت پر جائیگا۔ تو دو کو جمع ہونے کا موقع مل جائیگا۔ پس لمبی لمبی بارکوں بڑے بڑے کمروں میں بیسیوں لڑکوں کو اکٹھا رکھا جائے +

(ب) کمروں میں رات کو ساری رات بڑے بڑے لیمپ روشن رہا کریں +

(ج) سپرنٹنڈنٹ کوئی اعلےٰ درجہ کا نیکنام بڈھا رکھا جائے +

(د) سپرنٹنڈنٹ رات کو گشت لگایا کرے۔ ہر کمرے اور بارک میں جایا کرے +

(ہ) مدرس یعنی وہ لوگ جو دن میں تعلیم کا کام کرتے ہیں۔ ہرگز سپرنٹنڈنٹ نہ رکھے جائیں۔ وہ بیچارے دن بھر تھک کر رات کو ایسے سوتے ہیں۔ کہ صبح تک خبر نہیں ہوتی۔ جیسے سوداگر گھوڑے بیچ کر سوتا ہے +

(س) جوان طالب علم کو یہ موقع ہرگز نہ دیا جائے۔ کہ وہ رات کو بورڈنگ سے باہر رہ سکے یا جا سکے +

(۳) یہ دونو حرکتیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ بہت بُری اور تباہ کُن ہیں۔ مگر تیسری حرکت سے خدا محفوظ رکھے۔ وہ نہایت ہی بُری ہے۔ اور اُس کا نام ہے۔ اپنی جڑمیں آپ کاٹنا۔

یکے بر سرِ شاخ و بُن مے برید خداوندِ بُستاں نگہ کرد و دید
بگفتا گر ایں شخص بد می کند نہ با من کہ با نفسِ خود میکند

عجب بیہودہ فعل ہے۔ اس سے زیادہ بُری اور مضر بد چلنی انسان کے حق میں اور کوئی نہیں۔ در اصل جڑیں کٹ جاتی ہیں۔ اس کا مرتکب نامرد۔ کاہل۔ مقطوع النسل۔ پست حوصلہ اور بے غیرت ہو جاتا ہے۔ اُس کا دماغ نہایت کمزور اُس کے تمام اعضا پہلے درجہ کے شست ہو جاتے ہیں۔ اُس کے دل کی خوشی برباد ہو کر وہ ہمیشہ ناشاد رہتا ہے۔ اکثر تپ دق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جب ڈاکٹر پوچھتا ہے۔ کہ کیا تم نے کبھی ایسا کام کیا تھا۔ اُس وقت اُس کی جان کو عجب غلجان ہوتا ہے۔ نگلے تو اندھا اور اُگلے تو کوڑھی۔ ع

نہ روے ماندن نہ پاے رفتن

سہ عجب دردیست جانم را نہ دانم کہ چوں گریم
دلا خوں شو کہ تا بر حالِ تو یک لخط خوں گریم

کس طرح کہے اور کیونکر چپکا رہے۔ آخر اُس کے رسر بھگانے اور چپکا رہنے سے ڈاکٹر صاحب سمجھ جاتے ہیں۔ کہ ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ سہ

تم جانتے ہو داغ نظر باز ہے کیا؟
کیا تاڑ لیا اُس نے تمہیں اک نظر میں

حضرت لقمان علیہ السلام نے ایک بابر بلاؤ کی حکایت لکھی ہے۔ کہ کسی لوہار کی دکان میں گھس آیا۔ ریتی پڑی تھی۔ اُس نے چاٹنا شروع کیا۔ ریتی کے دندانوں سے بلے کی زبان کٹی اور خون نکلنے لگا۔ اور وہ مزیدار معلوم ہوا۔ اور زیادہ اُسے چاٹنے لگا۔ آخر ساری زبان کٹ گئی۔

سلہ جکلی بی

اور خود مر گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت نے یہ حکایت اس شخص کے لئے لکھی ہے۔ اس مرض کا بالکل یہی حال ہے۔ اس بد نصیب کو بالکل خبر نہیں ہوتی۔ کہ یہ کیفیت اُس کی جان کے نکلنے اور اپنا خون آپ پینے کی ہے ٭

واضح رہے۔ کہ یہ مرض ناواقفی میں لگتا ہے۔ جب وہ شخص واقف ہوتا ہے۔ تو اپنے آپ کو ناکارہ۔ ازکار رفتہ۔ اور لا علاج پاتا ہے۔ پچھتاتا ہے اور اپنے آپ پر غصّہ کھاتا ہے۔ چوری چوری چپکے چپکے علاج کراتا ہے۔ کتنا ہُوا شرماتا ہے ؎

جل گیا محفل میں لیکن شمع ساں خاموش ہے
برق کی مانند مضطر ہو کے چلّاتا نہیں

کبھی کوئی اناڑی طبیب یا عطائی ایسی دوا دے دیتا ہے۔ کہ راز طشت از بام ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بھی ناکام رہتا ہے۔ آخر بد نام ہوتا ہے۔ خوب مٹی کٹتی ہے۔ بعضے جینے پر مرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ناتجربہ کاری اور ناواقفیت کا بُرا ہو۔ بعض احمق شادی کرا لیتے ہیں۔ بیوی آتے ہی قلعی کھول دیتی ہے۔ ؎

کب چھپائے سے چھپے حالِ دلِ غم پرُ درد
ترجمہ رازِ نہاں کا ہے مرا چہرۂ زرد

اس وقت علاج کی طرف زور سے توجہ ہوتی ہے۔ اگر آپ ایسے طلبا کی فہرست دیکھنا چاہیں۔ تو حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب شریف خانی سے ملیں۔ حکیم غلام رضا خاں دہلوی سے دریافت کریں۔ اچھے اچھے

ہٹے کٹے اور خوبصورت نوجوان اس مرض میں مبتلا معلوم ہونگے۔ عقل حیران ہوتی ہے۔ کہ بد نصیبوں کو اس کی کیا ضرورت تھی ؛

حکایت۔ ایک دن ایک میرا شاگرد میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا۔ مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا۔ لالہ جی! یہ ممکن نہیں کہ تمہارا خط آتا۔ اور میں جواب نہ دیتا۔ آخر کیا لکھا تھا؟ کہا تنہائی میں عرض کرونگا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ اگلے دن اس نوجوان نے ایک رقعہ لکھا۔ کہ مجھے وقت دیجئے۔ میں نے کہا جب چاہو چلے آؤ۔ ع

حاجب و درماں بریں درگاہ نیست

آخر وہ آیا اور اپنا حال یوں سنایا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھوں اپنی جڑیں کاٹی ہیں۔ اب شادی ہوگئی۔ بیوی ناراض ہے۔ اور اس نے اپنے میکے میں جا بھانڈا پھوڑ دیا۔ بہتیرا دوا دارو کی۔ طلا لگایا۔ حلوا کھایا۔ مگر فائدہ بالکل نظر نہیں آیا۔ میں نے کہا بھائی شادی کیوں کرائی۔ ع

مشورت گیر و آنگہ زن کن

کہنے لگا۔ کہ میں نے تو گھر لکھ دیا تھا۔ کہ میں شادی نہیں کراتا۔ مگر والد صاحب نے لکھا۔ کہ کیا تم کو کوئی بیماری ہے؟۔ اس وقت مجھے شرم آئی۔ اور میں نے اصلی بات چھپائی۔ لکھ دیا کہ نہیں مجھے

کوئی بیماری نہیں - کیا کروں عقل ماری گئی - آخر شادی ہو گئی - اب کیا ہو سکتا ہے - سُنئے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلّہ خویش باید زد ۔ معلوم ہوتا تھا - کہ وہ نوجوان اپنی کرتوت سے بہت نادم و پشیمان ہے - آخر میں نے اُس کی تسلی کی - اور وعدہ کیا - کہ جہاں تک ہو سکیگا - آپ کی مدد کی جائیگی - گھبرائیے نہیں ۔

میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ خبردار کسی اناڑی اور ناواقف کی دوا مت کھا لینا - ورنہ اب تو کیا پچھتاتا ہے - جو پھر پچھتائیگا ۔

ہزارہا نوجوان ان بیہودہ امراض کے مریض ہو کر ماں باپ سے چوری ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج کرتے پھرتے ہیں - بعضے تو بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں - بعضوں کو اور بیماریاں لگ جاتی ہیں ۔ گئے تھے نماز بخشوانے - روزے گل پڑ گئے - چنانچہ ایک شخص نے طاقت کے واسطے گاجر پاک بنایا - اُس کے کھاتے ہی مرگی ہو گئی - کوئیں سے نکلنا چاہتا تھا - کہ جھیرے میں گر گیا - اور ایسا گرا کہ دنیا سے گیا - بعضے ایسی دوائیں کھا لیتے ہیں کہ فوراً مر جاتے ہیں - اور بعض مجبور خود کشی کر لیتے ہیں - اور موت اُن کی سب باتوں کا فیصلہ کر دیتی ہے سے

قضا شخصے است پنج انگشت دارد ۔ چو می خواہد دمار از کس بر آرد
دو بر دیدہ نہد دارد دو بر گوش ۔ یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

ایک صاحب نے کسی اناڑی کے کہنے سے سنکھیا کا

کشتہ کھا لیا۔ گرمی ہو گئی ۔ حرارت غریبہ بڑھ گئی ۔ جب تک جیتا رہا زندہ در گور رہا۔ لسی پیتا مکھن کھاتا اور اس طرح ہونکا کرتا جیسے کتا ہونکتا ہے ۔ مگر از ماست کہ بر ماست ؛

ہدایت ۔ ہم دعا کرتے ہیں ۔ کہ کسی نوجوان کو کوئی مرض نہ لگے ۔ لیکن بندہ بشر ہے ۔ انسان نے کچا دود پیتا ہے ۔ اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ[1]۔ اگر خدا نخواستہ کوئی بیماری لگ جائے ۔ تو نوجوان کو چاہیئے ۔ کہ کسی لائق ڈاکٹر اور حاذق طبیب کا علاج کرے ۔ اور چالیس برس کی عمر سے پہلے کوئی کشتہ ہرگز نہ کھائے ۔ اگر کوئی اشتہاری دوا پسند آئے ۔ تو دیکھ لے اشتہاری حکیم پڑھا ہوا بھی ہے ؟ اگر وہ تعلیم یافتہ اور لائق ہو ۔ تو اُس کے پاس جائے ۔ نبض دکھلائے ۔ یا اُسے بلائے ۔ کم از کم بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کرے ۔ اور اگر یہ باتیں میسر نہ ہوں ۔ کھانے کی دوا کبھی نہ کھائے ۔ بلکہ اپنے قریب تر حکیم و ڈاکٹر کے پاس جائے ۔ جو کچھ وہ بتلائے ۔ وہ کھائے ۔ اور اُس کے زیر نظر رہے ؛

جہاں تک عقل اور تحقیقات کام کرتی ہے ۔ یہ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اس نمبر کا مرض بغیر سکھائے نہیں آتا ۔ وہ نوجوان جھوٹا ہے ۔ جو یہ ملول کہتا ہے ۔ کہ مجھے تو خود بخود یہ عادت ہو گئی ہے ۔ سکھائے بغیر انسان کوئی کام نہیں سیکھ سکتا ۔ پھر یہ خاص حرکت جو ایک قسم کی پیچیدہ بات ہے ۔ کیوں آنے لگی ؟ یہ کوئی قدرتی فعل نہیں جو بے سکھائے

[1] انسان خطا اور بھول کا ملا ہوا ہے ۔

آ جائے۔ یا مشہ نیچر بتلا دے۔ بے شک یہ مرض صحبت بد سے لگتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بچوں کو صحبت بد سے بچایا جائے۔ ع ہمیں گویم و باز گویم ہمیں۔
اے نوجوانو! اور پکے بچو! جس تدبیر سے ہو سکے۔ صحبتِ بد سے بچو۔ اور اگر احیاناً کوئی بات ہو گئی ہو۔ آئندہ کو تو اس سے علیحدہ رہو۔ توبہ کرو اور اس بات کو چھوڑ دو۔ ؎

اسے بھولا نہ چاہیئے کہنا جو جائے صبح اور آئے شام

اس شخص پر سخت افسوس ہے۔ جو جان بوجھ کر ایک مصیبت میں بتلا رہے۔ ؎

اب بھی سنبھلو بری ہے بیباکی گئی گزری حیا نہیں آتی

ان سب باتوں اور قباحتوں کا ایک علاج یہ ہے۔ کہ اول تو ہفتہ میں ایک بار نہیں تو ماہوار ایک لکچر طلبا کے سامنے ہوا کرے۔ اور کوئی تجربہ کار عالم لکچر دیا کرے۔ یا صاحب ڈائرکٹر بہادر یہ تجویز کر دیں۔ کہ ہر اُستاد باری باری ان ساری باتوں کی قباحتیں بطور وعظ و نصیحت نوجوان اور یا نے بچوں کے سامنے بیان کیا کرے۔ اور سپیچ دیا کرے۔ اگر سررشتہ پسند فرمائے۔ تو ایک تنخواہ دار لکچرار فی کمشنری مقرر کر دیا جائے۔ اگر خود غرضی نہ سمجھی جائے۔ تو میں یہ بات کہنے کو تیار ہوں۔ کہ کتاب انذار الاخلاق ہر بچے کے ہاتھ میں دے دی جائے ✦

نصیحت۔ قیامت کے دن اپنی جڑیں آپ کاٹنے

والے کے ہاتھ سیاہ کر دئے جائینگے - تا کہ لوگ اُسے پہچانیں - اور وہ شرمندہ ہو +

التماس - اُن لوگوں کو جو مدرس اور ماسٹر بننا چاہتے ہوں - نارمل سکول اور ٹریننگ کالج میں داخل ہونے سے پہلے یہ عہد کر لینا چاہیئے - کہ وہ بلا تمیز مذہب و ملت ہندوستانی لڑکوں کی تہذیب اخلاق پر پوری توجہ کرینگے - عام اخلاقی خوبیاں سب کو ذہن نشین کر دیا کرینگے - طلبا کو بتلا دینا چاہیئے - کہ جس لڑکے کو ان امراض میں سے ایک بھی لگ گیا - سمجھو کہ وہ دین و دنیا سے گیا گزرا ہُوا - ؎

سیہ نامہ تر زاں مخنث مخواہ کہ پیش از خطش روے گردد سیاہ

خط سے پہلے تو جائز کام کی بھی اجازت نہیں - اور اگر کوئی بد نصیب ڈاڑھی نکلنے سے پہلے ہی ان امراض میں مبتلا ہو جائے - تو ہیجڑے سے بھی زیادہ بُرا ہے +

اس میں شک نہیں - کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے - اور خاں صاحب احمد حسن خاں نے خوب ہی کہا ہے ؎

اک دشتِ پُر خطر ہے جوانی کا آستان
چلتی ہیں اس میں روز بلا خیز آندھیاں
ہر ہر قدم پہ اس میں چمکتی ہیں بجلیاں
آتی ہیں دم زدن میں نحوست کی بدلیاں
صحراے پُر خطر میں جوانی کے اے خدا!
کریو کرم کہ دُور رہے اِنؔ سے ہر بلا!

ؔ طلبا سے

حکمت - ہر انسان کے پاس ایک جوہر ہے - اُس کے چور بسیار اور ٹھگیے بے شمار ہیں - اے نوجوان تو بھی اپنی حماقت سے اُسے لٹانا چاہتا ہے - مگر میں تیری ایسی بیوقوفی پر حیران ہوں - کہ تو قیمتی شے چوروں کو کیوں دیتا ہے - کیا تجھے ایسی فیاضی میں کچھ خوشی حاصل ہوتی ہے - یاد رکھ اس کے احتیاط سے سنبھال کر رکھنے میں نہایت خوشی ہے - اور سچی خوشی ہے - یہ تو موٹی بات ہے - کہ ہر شے کا پاس رہنا - اُس کے کھو جانے اور ضائع ہونے سے اچھا ہوتا ہے - پھر ایسے موتی اور ایسے لعل کا جس کی قیمت کروڑوں روپے سے بھی زیادہ ہے - اُس کے رکھنے سے تُو ضرور دیو پیکر اور شیر زور ہو جائیگا - تو مرد بلکہ جوانمرد بنیگا - تو دانا ہے صاحب تدبیر ہوگا - تیرے ہاں اولاد کثیر پیدا ہوگی - تو دولت کمائیگا - عزت پائیگا - تو علم و ہنر حاصل کریگا - تو جس چیز پر ہاتھ ڈالیگا - وہ تیری ہوگی - اگر تو دیوار میں لات ماریگا - تو پانی نکلیگا - تو نزدیک و دور - شریف - نیک نام اور اہلِ علم مشہور ہوگا +

تیری آنکھیں روشن تیرے دانت تیز ہونگے - تو کبھی بڈھا اور گبڑا نہ ہوگا - ورنہ یاد رکھ - تو پچتائیگا - اور تڑپ تڑپ کر مر جائیگا - تو کوڑھی اور کلنگی کہلائیگا - پھر پچتانے سے کچھ ہاتھ نہ آئیگا - تو باپ دادا کی آبرو گنوائیگا - غرض یہ بُری بلائیں ہیں - ع

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

جس قوم میں ایسے نوجوان پیدا ہوں۔ سمجھو کہ اس قوم کا بیڑا غرق ہو جائیگا +

جوانی میں ایک عجیب بات یہ دیکھی گئی ہے۔ کہ اگر انسان اُس کے بوجھ میں دب گیا۔ اور اُس کے رعب میں آ کر گر گیا۔ تو سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اس جوش کو دبا لیتا ہے۔ وہ کبھی کسی شیطان سے مارا اور پچھاڑا نہیں جاتا۔ وہ اکسیر اور کندن ہو جاتا ہے۔ ؎

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

چھٹا باب

عادات کا بنانا۔ اور اُن کی درستی

ہماری یہ کتاب طالب علموں سے متعلق ہے۔ طالب علم سکول کے بھی ہوتے ہیں اور کالج کے بھی۔ پرائمری میں عادتیں بننی شروع ہوتی ہیں۔ مڈل میں نشوونما پاتی ہیں۔ اور کالج میں پک جاتی ہیں۔ ہم اپنے بچّوں کو جدھر چاہیں لگا دیں۔ یا یوں کہو کہ وہ خود جدھر چاہیں چلے جائیں۔ دانایانِ ہند کا قول ہے۔ کہ پچیس

برس کے بعد آدمی کی عادت پک جاتی ہے - اُس وقت وہ جدھر کا ہو لیتا ہے اُدھر ہی رہتا ہے - انگریزی میں مثل ہے - کہ نکلتا پودا جدھر جھک جاتا ہے - ہمیشہ اُدھر ہی کو رہتا ہے - پھر اُس کا رُخ کوئی بدل نہیں سکتا - بُلبلِ شیراز حضرت سعدی یوں فرماتے ہیں - ؎

چوبِ تر را چنانکہ خواہی پیچ نشود خشک جز بآتش راست

فصیح الملک ہندوستان جناب داغؔ دہلوی کا قول ہے - ؎

عادت بُری بلا ہے یہ چھٹتی نہیں کبھی -
دنیا کے غم اُٹھاتے ہیں کس کس خوشی سے ہم

نرم اور سبز لکڑی کا چاہیے پنجرہ بنالو - خواہ ٹوکرا اور چھابہ - لیکن اگر خشک لکڑی کو موڑو گے - تو ٹوٹ ہی جائیگی - پس بہت ضروری ہے کہ بچوں میں نیک عادتیں ڈلوائی جائیں - اور کالج کے نوجوان خود اپنی عادتوں کو عمدہ اور صالح قائم کریں یا درست کریں - بےشک عادت کا بدلنا مشکل ہے - بعض لوگوں کی رائے میں تو عادت کا دور ہونا محال ہے - جبل گردد جبلی نگردد - مگر اکثر حکمائے اور علما کے نزدیک عادت کا چھوٹنا محال نہیں - اُن کی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے پیغمبر- ریفارمر اور اوتار صرف عادتوں کے درست کرنے کو آئے ہیں - اگر عادتوں کا بدلنا محال ہوتا - تو پیغمبروں - پیروں اور گروؤں کا پیدا ہونا کتبِ سماوی کا نزول فضول ہوتا - اول تو خود خدا کے پیغمبروں کے بھیجنے سے ثابت ہوتا

ہے۔ کہ عادتوں کا بدلنا ممکن ہے۔ دوسرے رسولوں۔ بزرگوں اور مہاتماؤں نے دنیا میں آ کر ملکوں کے ملکوں کی کایا پلٹ دی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ عمل ممکن ہے۔ اُمّی لقب رسولِ عربی نے عرب والوں کی ایسی کایا پلٹ کر دی۔ کہ کچھ کے کچھ ہو گئے۔ ثابت کر دیا۔ کہ عادتوں اور خصلتوں کا بدلنا ممکن ہے۔ مہاتما بُدھ نے ہندوستان جیسے ملک کے باشندوں سے ذات پات کے بندھن چھُڑا دئیے۔

اہلِ نظر بھی رکھتے ہیں اکسیر کا خواص
جونہی نظر اُٹھائی تھی زر بنا دیا

پس یہ ممکن ہے۔ کہ لائق اُستاد۔ اچھے دوست اور ماں باپ لڑکوں سے بُری عادتیں چھُڑا دیں۔ نرمی کی جگہ نرمی۔ اور گرمی کے موقع پر گرمی کیا کریں۔ وعظ اور پند سے کام لیا کریں۔ تین سال کے چھوٹے بچّہ کی ماں کو چاہیئے۔ کہ بچّہ کے دل میں ایسی ایسی باتیں نقش کر دے۔ کہ پیشاب گاہ کو ہاتھ لگانا۔ ننگا ہونا۔ جسم کھولنا بہت بُرا ہے۔ جو لڑکا ایسا کرتا ہے۔ اُس کے کان کٹ جاتے ہیں۔ اُسے فرشتے پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ جیسے ہوّا سے ڈرایا جاتا ہے۔ ویسا ڈرا دے۔ سب سے بڑی بات ہے۔ نظائر اور مثالوں کا پیش کرنا۔ جو نصیحت قصّہ کے جال میں بنی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ بہت اثر کرتی ہے۔ خاص کر وہ قصے اور حکایتیں جو اپنے سامنے اپنے ملک اور صوبہ میں

گندی ہوں۔ حکیم بیدپا نے پنج تنتر (انوار سہیلی) اسی اصول پر تصنیف کی۔ حکایات لقمان۔ گلستاں۔ بوستاں اسی بنیاد پر بنی ہیں۔ قرآن کریم میں یہی حکمت برتی گئی ہے۔ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ شاید وہ فکر کریں)۔

باپ کو چاہئے کہ چھوٹے بچے کو گندی اور بُری باتیں جتلا دے۔ اور بتلا دے کہ ایسے ایسے کام بہت ہی بُرے ہیں۔

ساتواں باب

ماں باپ کی غفلت

بچوں کے بننے اور بگڑنے میں ماں باپ کی خبرداری اور اُن کی غفلت بہت اثر کرتی ہے۔ ہوشیار والدین نے بچوں کو اکسیر بنا دیا ہے۔ اور غافل ماں باپ کی اسی غفلت نے اُن کو دو جہان سے کھو دیا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو جتنی خرابیاں ہیں نے اوپر بیان کیں سب ماں باپ کی غفلت سے پیدا ہوتی ہیں۔

اس بارہ میں ہم ہندوستانیوں کا حال نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ ؎

ہوا ہے یہ حالِ زار اپنا کہ اک شمہ کبھی جو لکھا
دوات کی آنکھ خون روئی فگار سینہ ہوا قلم کا

اب میں چند مثالیں ماں باپ کی غفلت کی تحریر کرتا ہوں۔ اور اپنے ہموطنوں سے معافی مانگتا ہوں۔

(۱) ایک معزز ہندوستانی اپنے بچوں کی طرف سے ایسے محتاط رہے۔ کہ کبھی ان کو گھر سے نکلنے۔ اور بچوں میں کھیلنے کی اجازت نہ دی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ بچوں کے ہاتھ پاؤں اور جسم نہایت کمزور اور دبلے رہے۔ قد لمبے ہوئے۔ مگر بازو ایسے ہو گئے۔ جیسے موٹی سی لاٹھی ہوتی ہے۔ سینے چھوٹے اور تنگ۔ سر ذرا ذرا سے۔ انگلیاں ایسی جیسی قلمیں ہوتی ہیں۔ باوجودیکہ وہ اچھے خاصے امیر آدمی ہیں۔ اُن کے ہاں خدا کے فضل سے کھانے پینے کو سب کچھ ہے۔ اور کسی رقم کا توڑا نہیں۔

مگر بچے غذائے مقوی نہیں کھا سکتے۔ دودھ سے انہیں نفرت ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نہ پڑھنے میں اچھے نہ بڑھنے (نشو و نما) میں اچھے۔ ع

اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

نصیحت۔ اگر گلی کوچوں کے لڑکوں سے ملنا۔ اور اُن کے ساتھ کھیلنا بُرا سمجھتے ہو۔ تو صبح شام بچوں کو سکول گراؤنڈ میں سکول کے طلبا کے ساتھ کھیلنے

کو ضرور بھیجا کرو۔ لیکن بڑے افسوس کی بات یہ ہے۔ کہ بعض صاحب ہیڈ ماسٹر سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ہمارے بچوں کو ورزش نہ کرائی جائے۔ ہاں پڑھانے میں چاہے جتنی محنت ہو۔ گویا وہ نوکری تو چاہتے ہیں بچہ پاس کرے۔ اور نوکر ہو جائے۔ مگر بچہ کا جان و جسم نہیں چاہتے

ع - یہ بڑے ہیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے ٭

(۲) بعض ایسے غافل ہیں۔ کہ انہیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ لڑکا جہاں چاہے جائے۔ جہاں چاہے رہے۔ جس کے پاس چاہے بیٹھے۔ چنانچہ ایک معزز اہلکار کا لڑکا باپ کے سامنے حقہ نہ پیتا تھا۔ کیوں؟ شرم آتی تھی۔ جیسا کہ پہلے زمانے کے شریف بچوں کا قاعدہ تھا۔ مگر حقہ کی عادت پڑ گئی تھی۔ بقول شخصے ایک شرم بہشت کو لیجاتی ہے ایک دوزخ کو۔ صاحبزادہ صاحب محلہ کے لڑکوں اور ہم عمر نوجوانوں میں حقہ پیا کرتے۔ اگر اُس کے والد اُسے سختی سے نہ روک سکتے تھے۔ تو اُنہیں چاہیئے تھا۔ کہ اپنے سامنے حقہ پینے کی اجازت دے دیتے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اور اگر کیا گیا تو اُس وقت کیا گیا جب لڑکے کو یارانِ طریقت میں بیٹھنے کی عادت مستحکم ہو گئی۔ آنچہ دانا کند ناداں۔ لیک بعد از خرابیٔ بصرہ۔ آخر صاحبزادہ صاحب نے حقہ کے ساتھ چانڈو پینا بھی سیکھ لیا۔ کیوں نہ ہوتا۔ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ میں مسلمان ہوں اور مجھے بڑی شرم آتی ہے۔

اس بات سے کہ جب افیون کی کمیشن نے انبالہ میں
جلوس کیا - اور پریذیڈنٹ نے گواہوں سے سوال کیا -
تو اُنھوں نے یہ کہا - کہ ادنے درجہ کے مسلمان چانڈو
زیادہ پیتے ہیں - کتنے بڑے افسوس کی بات ہے - کہ
جس مذہب میں نشہ کی بوتل کے ہاتھ لگانا بھی منع
ہو - اُس کے نام لیوا چانڈو زیادہ تعداد میں پیتے ہیں -
مگر نام کے نام لیوا ہیں - ع

بہ نام کنندۂ نکو نامے چند

(۳) بعض ادنے درجہ کے ماں باپ ایسے بھی دیکھے
گئے ہیں - کہ بچہ کسی شخص کی چیز چُرا لایا یا اُٹھا لایا
اور ماں یا باپ کو دے دی - اُس نے کہا شاباش ہے
لعنت ہے ایسی شاباش پر - آخر بچہ بادی چور بن گیا -
سہ سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل چو پُر شد نشاید گزشتن بہ پیل
گربہ کشتن روزِ اوّل بود +

(۴) ایک ڈپٹی صاحب نے اپنے خوبصورت بچوں
کے لئے گھر پر پڑھانے کو ایک ایسا اُستاد تجویز کیا -
جو خود لڑکا تھا - بے ریشہ - گورے چمڑے کا - نازک
اندام دُبلا پتلا بات چیت بھی نزاکت سے کرتا - ڈپٹی
صاحب نے رات کی بچوں کی نشست معہ اُس کم عمر
اُستاد کے باہر کی بیٹھک میں مقرر کی - آنکھ اوجھل
پہاڑ اوجھل - جو کچھ ہوا ہو گا - عاقلاں خود می دانند -
بھلا تعلیم کو ایک ناواقف بچہ کیا جانے ؟ علاوہ اس کے
تعلیم سے صرف کتابی اور حسابی تعلیم ہی مقصود نہیں -

بلکہ مقدم ہے اخلاقی تعلیم جو خود لڑکا ہے وہ اور لڑکوں کی تہذیبِ اخلاق کیا کریگا ع او خود گم است کرا رہبری کند ہ

چوں جامۂ چرمی شمرم صحبت ناداں زیرا کہ گران باشد و تن گرم ندارد
از صحبت نادان نبرت نیز بہ گویم خویشے کہ تونگر شدو آزرم ندارد

اس نوعمر اُستاد کی مکتب میں باہر کے بد معاش بھی آجایا کرتے۔ آخر بچوں کی وہ تعلیم ہوئی کہ ڈپٹی صاحب نے تمام عمر اسے یاد رکھا۔ ڈپٹی صاحب کو صرف یہ لالچ تھا کہ اس نوجوان کو تنخواہ نہ دینی پڑتی تھی بلکہ وہ ان کے محکمہ میں اُمیدوار تھا اور وہ اسے کبھی کبھی کوئی کمیشن دیدیا کرتے تھے۔ ع یہ منوا ہے مورکھ لوبھی سب ہی پر للچادے ہے۔ اگر بڑی عمر کے ماسٹر یا مدرس کو رکھتے۔ تو اُسے معقول تنخواہ دینی پڑتی۔ آخر لالچی پشیمان۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب کو بھی پچھتانا پڑا۔ اور شہر میں ایسی بدنامی ہوئی۔ کہ توبہ ہی بھلی ہ ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

اسی طرح ایک ذی حیثیت اور نیک مسلمان نے اپنے بھتیجوں کی قرآن کی تعلیم کے لئے ایک اندھا معلم رکھا۔ بقول شخصے اندھا دوزخی اور بولا بہشتی۔ اس اندھے نے سخت بد چلنی کی ہ

ہائے جس تیر کو میں دل میں جگہ دوں اے رنج!
کیا وہی تیر میرے خوں کا پیاسا نکلے

(۵) ایک والد اپنے لڑکے کی طرف سے ایسے نیک خیال تھے۔ کہ اُنہیں کبھی یہ گمان نہ ہوتا تھا۔ کہ میرا لڑکا بگڑ جائیگا۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ میرے لڑکے کو کوئی بے راہ نہیں کر سکتا۔ بعض لوگوں نے ان صاحب سے کہا۔ کہ آپ کا لڑکا فلاں بد چلن آدمی کے ساتھ پھرا کرتا ہے۔ مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ لڑکا بے شک ہوشیار تھا۔ مگر جن باتوں کو وہ

نہیں جانتا تھا۔ اُنہیں کیا کرتا۔ آخر وہ نادان بچہ محض ناواقفیت کی وجہ سے ایک بدچلن بڈھے کے ہاتھ سے تباہ ہوگیا ع

وہ تو ڈوبا تھا مگر ان کو بھی لے ڈوبا

اس لڑکے کی تباہی سے وہ فضیحتے ہوئے۔ کہ اَلْحَفِیْظُ وَالاَمَان ⁂

(۶) بعض باپ ایسے لالچی ہوتے ہیں۔ کہ زر کی جمعیت اور روپے کی فراہمی کے شوق میں بچوں کو اچھا کھانا بھی نہیں دیتے۔ اور اُنہیں مرحوم کے اس قول سے

کھوتے نہیں یہ مال زر و مال کے بدلے
موتی بھی لُٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

کے برخلاف اس مال کو زر و مال کے بدلے لٹا دیتے ہیں۔ بے شک وہ بچے کے لئے سب کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ مگر مال کا مآل بربادی ہی ہوتا ہے۔ پھر ایسے مال کا جو خود کمایا ہوا نہیں۔ چنانچہ ایک فوجی افسر نے (جسے فوجی افسر کہتے شرم آتی ہے) اپنا اور اپنے اکلوتے بیٹے کا پیٹ کاٹ کر روپیہ جمع کیا۔ زمین خریدی۔ باغ لگایا۔ مکان بنایا۔ لیکن جب حضرت عاقبت کو سدھار گئے۔ تو کل مال لڑکے کے ہاتھ آیا۔ اُس نے خوب کھایا اور لٹایا۔ مالِ مفت دلِ بیرحم۔ آخر مفلس قلاش ہوکر وہ نواب بے ملک نانِ شبینہ کو محتاج ہو گیا۔ افسوس جس کا باپ مشہور شہسوار تھا۔ اور جس نے گھوڑ دوڑ میں بازیاں جیتیں۔ اور انعام حاصل کئے تھے۔ آج وہ لاڈلا روٹیوں کا محتاج اور چھ پیسے روز پر یکہ ہانکنے کے لئے نوکر ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ⁂ لیکن از ماست۔ کہ بر ماست ⁂

ممسک باپ کی دولت اور اُس کا مال بچوں کو علم و کمال و جاہ و جلال حاصل کرنے سے روک دیتا ہے - وہ ہرگز روپیہ کمانے اور محنت اُٹھانے کی کوشش نہیں کرتے - چونکہ اُنہیں باپ دادا کا اندوختہ ترس ترس کر ملتا ہے - وہ خوب دل کی حسرتیں نکالتے ہیں - آب از دریا بخشیدن بغل نور زد - یہی وجہ ہے - کہ امریکہ کے بعض دولتمندوں نے اپنی اولاد کو اپنی دولت سے محروم کر دیا ہے - وہ کہتے ہیں - کہ ہم نے تو مفلس ہونے کی وجہ سے روپیہ کمایا ہے - یہ بھی اگر مفلس ہونگے تو سب کچھ پیدا کرینگے - اگر ہم اُن کو زر خطیر دے جائینگے - تو یہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائینگے - ایک دمڑی بھی نہ کمائینگے - سچ ہے - جسے ملے یوں وہ کرے کھیتی کیوں ÷

(۷) بعض ایسے باپ ہوتے ہیں - جب تک بچہ ایانا رہتا ہے - اُسے خوب جیب خرچ دیتے ہیں - دو آنے چار آنے آٹھ آنے روپیہ جو چاہے لے - اور خوب چاٹ کھائے - جب وہ بارہ تیرہ برس کا ہو جاتا ہے - تو ہاتھ روک لیتے ہیں - غضب خدا کا اُسے مٹھائی کی عادت رہی بڑوں کی چاٹ وہ کیونکر صبر کرے - آخر وہ اَور لوگوں سے لیتا ہے - اور وہ اُسے دونوں جہان سے کھو دیتے ہیں - ایک ایسا شخص جسے بچپن میں چاٹ کی عادت تھی - تھوڑی تنخواہ پر مدرس مقرر ہُوا - طالب علموں کی اور سرکاری چیزیں چرا کر چاٹ کھاتا - سو دن چور کے ایک سا کا بھی ہوتا ہے - پکڑا

گیا - اور قید ہیں مر گیا - جیسی کرنی ویسی بھرنی +

اعلےٰ درجہ کی راے یہ ہے - کہ بچّوں کو بازاری چاٹ کی عادت ہرگز نہ ڈالیں - گھر پر چاہیے - سونے کا نوالہ کھلائیں - اور اگر بچّہ کو عادت پڑ گئی - پھر اُسے نہ ترسائیں - اور حسب عادت ڈاڑھی نکلنے تک اس کا ذطیفہ جاری رکھیں +

(۸) ایک میرے دوست جو اَن پڑھ آدمی ہیں - اپنے بچّہ سے ایسے مکروہ سوال و جواب کیا کرتے ہیں - کہ مجھے لکھتے ہوئے شرم آتی ہے - وہ ایسی حرکات کرتا ہے - جن سے آگے کو بڑے نقصان کا خوف ہے - مگر بزرگ ہنستے ہیں +

(۹) بعضے باپ اپنے بچّوں کو خود اپنا نمونہ بُرا دکھاتے ہیں - بچے باپ کی ساری باتیں سیکھ جاتے ہیں - ہر نمونہ بچّوں میں بہت اثر کرتا ہے - خاص کر باپ کی بات کی تو وہ بہت ہی تقلید کرتے ہیں - اور ویسا کرنا ایک ہنر سمجھتے ہیں - میرے ایک معزز دوست نے اپنے لڑکوں کی موجودگی میں مجھے ایک فاحشہ عورت کی عکسی تصویر دکھلائی - اور اُس کی خوب تعریف کی - یہ بھی فرمایا - کہ یہ زیور میں نے بنوا کر دیا تھا - اور فلاں شے بھی میری ہی ہے - میں اُن کی اس جُرأت کو دیکھ کر حیران رہ گیا - خدا کرے اُن کے بچّے ہر ایک بات سے بچے رہیں - اور تمام عمر نیک رہیں - جیسے وہ اب تک ہیں - لیکن اگر خدا نخواستہ وہ بھی

ابّا جان کے نقش قدم پر چلنے لگیں۔ تو اُن کا کیا قصور۔ ہے

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

(۱۰) جیسا کہ دنیاوی دولت اور اثاثہ بچوں کو ورثہ میں ملتا ہے۔ ویسے ہی باپ کی بیماریاں اور اُس کی عادتیں بھی اولاد کو ارث کے طور پر ملا کرتی ہیں۔ میں نے ایک انسپکٹر پولیس سے جس کا پہلی بیوی سے لڑکا ناقص الخلقت تھا۔ اور دوسری بیوی کی اولاد بھی دُبلی اور کمزور تھی۔ پوچھا کہ کیا وجہ ہے۔ کہ مسلمان جیسی شہ زور اور شجاع قوم مگر اُن میں بعض کی اولاد خراب اور ردّی ہوتی ہے۔ وہ شخص عیاش اور تماشبین تو تھا۔ مگر تھا منصف کہنے لگا۔ جو مسلمان بد چلن ہیں۔ اُن کی اولاد خراب نہ ہو تو کیا ہو؟ بیشک جس شخص کو فحش بیماری ہے۔ اُس کی اولاد ضرور ناقص ہوگی۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ (بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے) ۔

(۱۱) بعض حضرات بچّوں کو چھوٹی عمر میں بیاہ دیتے ہیں۔ بچوں کی قوائے جسمانی کمزور ہو کر قوائے عقلیہ بھی بگڑ جاتی ہیں۔ وہ ہرگز اعلےٰ تعلیم کو نہیں پہنچ سکتے۔ اگر کوئی پڑھ بھی جاتا ہے۔ تو تمام عمر کمزور رہتا ہے۔ نہ مردہ نہ زندہ۔ ان کے بر خلاف بعض حضرات ایسے بھی ہیں۔ کہ بچّوں کو بیس تیس برس کی عمر تک

کنوارا رکھتے ہیں۔ غضب خدا کا ہندوستان کا سا حار ملک اور اتنا تجرد ؟ اگر کوئی سادھ اور فقیر ہی بننا چاہے اور اُسے اپنے دل پر حد درجہ کا قابو بھی ہو تو جُدی بات ہے۔ ورنہ ایک گھرستی دنیادار کو اتنا کنوار کوٹھرا چہ معنی دارد ؟ تجرد کی وجہ سے بعض کا خون چکر کھا جاتا ہے۔ بعض کو اَور بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ نیکی برباد گناہ لازم۔ بہر حال خَیرُ الاُمُور اَوسَاطُہَا کے مطابق ہر کام میں اعتدال چاہیئے۔ نہ دوڑ کر چلو نہ اُکھڑ کر گرو۔ نہ ایسے ڈھیلے رہو کہ ہمراہی آگے چلے جائیں۔ اور تم پیچھے رہ جاؤ +

(۱۲) دو طالب علم جو بڑی عمر کے تھے۔ باہم دوست تھے اور دوست بھی بڑے گہرے۔ قوم کے شریف۔ خاندان کے اچھے۔ گھروں کے کھاتے پیتے۔ دونو ایک بورڈنگ ہوس میں رہا کرتے تھے۔ ایک کا چھوٹا بھائی بھی ساتھ تھا۔ اور بڑے بھائی کے دوست کی چارپائی پر سو رہا کرتا تھا۔ جو بہت ہی نیک تھا۔ بڑے بھائی نے کبھی کچھ شبہ نہ کیا۔ اور گہرے دوست پر کیا شبہ ہو سکتا ہے ؟ اَلعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الاِشَارَۃ۔ در اصل بات یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی اعتبار کے لائق نہیں۔ نہ دوست نہ یار۔ نہ اپنے نہ اغیار۔ نہ گرو نہ پیر۔ نہ بھائی کہنے والے نہ بیٹا کہنے والے۔ اللہ اللہ خیر و صلاح۔ سے

بجز دارد آں شوخ در کیسہ دُر کہ بیند ہمہ خلق را کیسہ بُر

ہماری اس تقریر سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ دنیا میں کوئی بھلا مانس رہا ہی نہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہر فرقہ کا تجربہ ایسا ہؤا ہے۔ کہ لوگ بدظن ہوگئے۔ ورنہ خدا کے فضل سے ہر فرقہ میں کوئی نہ کوئی نیک اور صالح بھی موجود ہے۔ مگر عام طور پر کیا معلوم کہ کوئی کیسا ہے؟ اس واسطے احتیاط ہی میں فائدہ نظر آتا ہے۔ بُرے کو اچھا سمجھ کر نقصان اُٹھانے کی نسبت اچھے کو بُرا سمجھ کر فائدہ حاصل کرنا بہت اچھا ہے +

فائدہ۔ لڑکے کا حتےٰ المقدور باپ کے زیرِ نظر رہنا ضروری ہے۔ بعض صاحب اپنے لڑکوں کو دوسروں کے پاس بھیج دیا کرتے ہیں۔ ارے بھلے مانس! جب تو اپنے بچہ کی نگرانی نہیں کر سکتا۔ تو دُوسرے کو کیا غرض پڑی ہے۔ جب تو مغز نہیں مار سکتا۔ تو وہ کیوں ماریگا؟ کوئی ایسا ہی دردی ہو۔ تو ہم کہتے نہیں۔ ورنہ معمولی دنیا میں تو کوئی کسی کا ہے نہیں ؎

قریبوں سے نہ رکھ امید بہبودی کی اے جُرات!
نکالا ہے کہیں خارِ کفِ پا ناخنِ پا نے؟

جب قریبوں کا یہ حال ہے۔ جن کی نسبت ساکھ سوت اور چہیت چپتل کہا گیا ہے۔ تو وائے برحال دیگراں۔ کہاں کے دوست اور کیسے واقف۔ کس کے ہموطن۔ کہاں کے محلہ دار؟ مسٹرینڈ آف لاہور میں

جو حال سالے اور بھنوئی کا لکھا ہے - قابلِ عبرت
ہے ؏

آٹھواں باب

مدرّسوں اور ماسٹروں سے التجا

میں ادب کے ساتھ اپنے بھائیوں اور بزرگوں سے جن کا میں ہم پیشہ ہوں - عرض کرتا ہوں - کہ مجھے کوئی حق اپنے بھائیوں کو رائے دینے کا نہیں - نہ خدا نخواستہ میں کوئی نکتہ چینی کرنے کا حق رکھتا ہوں میں خود مدرس ہوں - میں کیا کہہ سکتا ہوں - مگر میں جو کچھ کہتا ہوں آپ صاحبان کی خدمت کے لئے اور گویا آپ کی طرف سے عرض کرتا ہوں + آمدم بر سرِ مطلب - یہ ظاہر ہے - کہ باپ بیٹے کو ایسی باتیں کھولکر نہیں کہتے - عام مدرس اور ماسٹر کہتے ہیں - کہ ہمیں کیا غرض ؟ جو خواہ مخواہ کا دردِ سر خریدیں - آ بیل مجھے مار - لینا ایک نہ دینے دو - متعلقین کا تو یہ حال پھر کسی اور کو کیا پڑی ہے کہ لوگوں کے لڑکوں کو نصیحت کرتا پھرے - اور غمِ نداری بُز بخر پر عمل

کرے - غرض ڈوبتے کو نکالنے والا کوئی نہیں - ع

یہ سچ ہے کہ کوئی کسی کا نہیں

اور دوسری طرف اوّل تو وہ خود کچا پھر ترغیبیں اور تحریصیں صدہا موجود - فرمایئے لڑکے بچیں - تو کیونکر بچیں - لیکن میری رائے یہ ہے - کہ دوستوں اور اُستادوں کا فرض ہونا چاہیئے - کہ وہ بچوں اور نوجوانوں کو ان آفات سے بچائیں - اُستاد جو حرکت طلبا میں دیکھا کریں - اُس کے عیوب اور نقصانات سے اُن کو فوراً آگاہ کر دیا کریں - ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است اگر خاموش بنشینی گناہ است

مشتبہ لڑکوں کی جانب سے نیک بچوں کو متنبہ کر دیا کریں - اور بتلا دیں - کہ اُن کی صحبت زہرِ ہلاہل سے کم نہیں - ؎

بر پنبہ آتش نباید فروخت کہ چوں چشم برہم زنی خانہ سوخت

اپنا حقیقی فرض ادا کرنا ضروری ہے - اور اگر کہیں ایسا ہو کہ باڑ کھیت کو کھائے - تو خدا ہی بچائے - شاگرد بیٹا ہے - اگر کوئی اپنے بیٹے کو بھی تنور میں گرنے سے نہیں روکتا - تو اس سے اَور کسی کو کیا امید ہو سکتی ہے ؟

سب سے بڑی بات یہ ہے - کہ ہیڈ ماسٹر صاحبان طلبہ کو کار میں مصروف رکھا کریں - فرصت بالکل نہ دیں - جب تعلیم سے فارغ ہوں - تو گیم[1] شروع کرا دیا کریں - کل مدرسہ کے لئے کھیلوں کا انتظام ہونا چاہیئے -

[1] ورزش - کھیل - کبڈی - کرکٹ - فٹ بال وغیرہ

یہ نہیں کہ صرف طلباے منتخب کھیلا کریں۔ اور باقی آزاد پھریں۔ لڑکوں سے اتنی محنت لینی چاہیئے۔ کہ ان میں شرارت کا دم ہی باقی نہ رہے۔ اور کسی کام کی فرصت ہی نہ ملے۔ شرارت صرف نکمے کو سوجھتی ہے۔
لالہ خوشی رام ایم اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول روہتک کی یہ رائے آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ کہ ہیڈ ماسٹر صاحبان کو ایک سرکلر جاری کرنا چاہیئے۔ کہ طلبا کے والدین ہیڈ ماسٹر کو رپورٹ کیا کریں۔ کہ اُن کا بچہ مکان پر کس وقت پہنچا۔ اگر سکول سے چھ بجے شام کو چھٹی ہو تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کتنی دیر میں گھر گیا۔ اگر گھر تک پندرہ منٹ کا راستہ تھا۔ تو اُسے آدھ گھنٹہ میں جانے کی اجازت ہرگز نہ ملے۔ اگر کوئی سکول سے چھ بجے چلے اور گھر پر آٹھ بجے پہنچے۔ تو اس سے سخت باز پرس ہو۔ کہاں رہا اور کیوں رہا؟ کبھی اور کسی حال میں یہ روا نہیں رکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی لڑکا دن چھپے کے بعد گھر سے ایک منٹ بھی باہر رہے۔ شام سے چار گھڑی رات تک کا وقت خاص کر احتیاط کے لائق ہے۔

دو لڑکے باہم شام کے وقت ہوا خوری کو نہ جائیں اور کسی غیر آدمی کے ساتھ تو کوئی بچہ ہرگز باہر نہ جائے۔

ورنیکلر سکولز میں جو رات کو جمع ہونے اور پڑھنے کا دستور ہے۔ وہ بہت توجہ طلب ہے۔ ہیڈ ماسٹروں

کی سخت ذمہ واری ہونی چاہئیے - کہ سکول سے آتے جاتے وقت طلبا بے احتیاطی نہ کرنے پائیں - اور اگر رات کو مدرسہ میں رہیں - تو کمال خبرداری ہونی چاہئیے +

ہم نے اپنی طرف سے کمال نیک نیتی - اور خیر اندیشی سے ہدایتیں کیں - لڑکوں کے والدوں اور بڑی عمر کے لڑکوں کو اس رسالہ کا مطالع کر کے بیہوش بچّوں کو سمجھانا چاہئیے - اگر ہماری نسل درست ہو جائے - تو ملک کی حالت پچاس برس میں کچھ سے کچھ ہو جائے - ماؤں کے بیٹے اچھے ہوں - بیویوں کو شوہر عمدہ ملیں - گورنمنٹ کو عمدہ سپاہی اور اچھے اہلکار نیک کسان عمدہ سوداگر اور ٹیکس گزار دستیاب ہوں + راجا پرجا سب کا بھلا ہو - اوروں کے بھلے میں ہمارا بھی بھلا ہے +

ایک بات اور مدرسوں کے ماسٹروں سے متعلق ہے - اور وہ یہ ہے - کہ بچوں کو مارنا اور پیٹنا بالکل ترک کر دینا چاہئیے - اگرچہ پہلے جیسی مار پیٹ تو اب نہیں رہی - کہ چمڑی تمہاری اور ہڈیاں ہماری - پھر بھی کچھ باقی ہے - سررشتہ کی طرف سے اس بارہ میں کافی احتیاط ہے - کوڈ میں تو پہلے سے دیا ہؤا ہے - صاحب ڈائرکٹر بہادر بار بار سرکلر جاری فرما چکے ہیں - مگر بے احتیاط اُستاد ایسی سزائیں دیتے ہیں - کہ دیکھ کر بڑا رنج ہوتا ہے - مثلاً کان پکڑا - تو ایسا اُکھیڑا کان کی جڑوں سے خون

نکل آیا - اور اگر کوئی اُستاد باپ کی دشمنی بچّہ سے نکالے - تو اس سے خدا ہی سمجھے - جھجر ضلع روہتک کے سکول میں ایک فوجی انگریز آیا - اُس نے سب طلبا اور اُستادوں کے سامنے ہیڈ ماسٹر سے یُوں کہا کر جاٹوں کے لڑکوں کو مارا مت کرو - وجہ یہ کہ جاٹ فوج میں بھرتی ہوتے ہیں - مار کھانے اور گالیاں سننے سے بچّہ کی غیرت اور شجاعت دُور ہو جاتی ہے - افسوس یہ ہے - کہ ہم مدرس خاص کر اپنی اولاد کو زیادہ مارتے پیٹتے اور بُرا بھلا کہتے ہیں - جس سے لڑکے بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں - یہی وجہ ہے - کہ اکثر اُستادوں کی اولاد نکمی رہتی ہے - ضروری ہے - کہ اب اس سسٹم کو دُور کر دیا جائے ؞

بندہ نور احمدؔ نُور

فسٹ اورینٹل ٹیچر ہائی سکول روہتک

نوٹ - اس کتاب پر ۲۵ فیصدی کمیشن ہے - اُستادوں اور مدرسوں سے خاص رعایت ہوگی - اور نیز اُن صاحبوں سے جو مفت تقسیم کرنے کے لئے خریدینگے ؞

مثنوی وکیل بیوہ

رانڈوں کی شادی کا ضروری ہونا۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور دھرم شاستر۔ وید اور پران سے ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۴ر

انوار الاخلاق یعنی رسالہ جواب مضمون

اس مقبول عام کتاب کی تعریف کی ضرورت نہیں۔ خدا کے فضل سے اس کے مطالعہ سے چھوٹے آدمی بڑے بن گئے۔ قیمت ۸ر۔ تیرھویں دفعہ چھپی ہے +

انشاے نور احمد

یعنی اردو خط وکتابت کی کتاب

۱۸۰ صفحہ ۴ر قیمت لکھائی چھپائی سب سرکاری کتابوں کے مطابق۔ اردو کے فاضلوں نے اس کی نسبت یوں لکھا ہے۔ کہ ایسی انشاے اردو دوسری نہیں ہوئی۔ عدالتی کاغذات۔ رہن نامہ۔ بیعنامہ۔ تمسک۔ عرضی۔ رپورٹ چپراسی وغیرہ سب ہیں۔ نستعلیق و شکستہ دو حصے۔ شعر عمدہ و چیدہ ایک جگہ کثرت سے دئے گئے ہیں +

تذکرۂ توکلیہ

شاہ توکل شاہ صاحب انبالوی کی عجیب غریب سوانعمری۔ قیمت ۸ر

TULABA AUR UNKI SIHHAT.

BY

M. NUR AHMED NUR,

First Oriental Teacher Government High School, Rohtak.

LATE MEMBER REVISING TEXT-BOOK COMMITTEE

LAHORE.

AUTHOR OF

ANWAR-UL-AKHLAQ,

Urdu Letter Writer,

RAHNUMA-I-SHIMLA,

Masnavi Vakil-i-Beva,

TAZKIRA-I-TAWAKKALLIAH &c.

PRINTED AT

THE RIFAH-I-AM STEAM PRESS, LAHORE.

1912.

[illegible] Edition. *1000 Copies.* *Price 0-[illegible]*

گلشنِ اخلاق

جس کو

حاجی مولوی نور بخش ایم۔ اے حنفی نقشبندی

سنٹرل ماڈل سکول لاہور

نے

مڈل کی جماعتوں کے لئے تیار کیا

سنہ ۱۹۱۲ء میں

آریہ سٹیم پریس لاہور میں

باہتمامِ لالہ شنکر داس پرنٹر چھپا

دفعہ اوّل — تعداد جلد ۱۰۰۰ — قیمت فی جلد ۳ آنے

فہرستِ مضامین

دیباچہ

آج کل بہت سے لڑکے اِس غرض سے سرکاری مدارس میں بھیجے جاتے ہیں کہ علومِ مروجہ کی تحصیل کے بعد ملازمت سے اپنا پیٹ پالیں۔ مگر شکم پروری کو تعلیم کی علتِ غائی قرار دینا کمالِ نادانی ہے۔ تعلیم کی اصلی غرض یہ ہے کہ انسان اخلاقِ قبیحہ سے محفوظ رہے۔ اور اخلاقِ جمیلہ سے متصف ہو کر بنی آدم کو اپنے نیک خیالات کی اشاعت سے فائدہ پہنچائے۔ یہ غرض علمِ اخلاق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سکولوں کے نصاب میں اِس علم کے مسائل ضمناً کہیں کہیں آجاتے ہیں۔ مگر کوئی مستقل کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ اِس لئے اخلاق میں ایک عمدہ ٹکسٹ بک کی سخت ضرورت ہے۔ اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اگر یہ کتاب سکولوں میں پڑھائی جائے تو ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان یونیورسٹی کی سند کے ساتھ خلیق اور وفادار رعایا ہونے کی سند بھی سکول سے لیکر نکلا کریں گے +

نور بخش ایم۔ اے

خُلق کی تعریف

جب ہم کسی شخص کی مدح کیا کرتے ہیں۔ تو کہا کرتے ہیں۔ کہ وہ خَلق و خُلق میں اچھا ہے۔ مگر ایسے طلبہ بہت کم ہونگے۔ جنہوں نے اِن دو لفظوں کے معنوں کی طرف توجہ کی ہو۔ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم اور روح۔ جسم کو تو ہم بصارت سے معلوم کرتے ہیں۔ مگر روح یا نفس کا علم ہمیں بذریعۂ بصیرت ہوتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ جسم کی شکل اچھی یا بری ہوا کرتی ہے۔ اِسی طرح نفس کی ہیئت بھی اچھی یا بری ہوتی ہے۔ ہیئتِ جسمانی کا نام خَلق اور ہیئتِ باطنی کا نام خُلق ہے۔ اگر زیادہ تفصیل چاہو تو یوں کہدو۔ کہ خُلق وہ ملکہ یعنی نفس کی ہیئتِ راسخہ ہے۔ جس سے افعال آسانی سے بلا تکلف صادر ہوتے ہیں۔ اگر وہ افعال نیک ہوں۔ تو اُس ہیئت کو حُسنِ خلق کہیں گے۔ اگر بد ہوں تو سُوءِ خلق کہیں گے ۔

تہذیبِ اخلاق کی ضرورت

اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ انسان کی ترکیب دو چیزوں سے ہے۔ یعنی جسم و روح۔ جسطرح کھانسی۔ نزلہ۔ تپ۔ ہیضہ وغیرہ بیماریاں جسم کو عارض ہوتی ہیں۔ روح یا نفس بھی۔ کینہ۔ حسد۔ دروغگوئی تکبر وغیرہ امراض میں مبتلا ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن اِن دو نو قسم کی بیماریوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جسم کی بیماریوں سے تو جان کا ڈر ہے۔ مگر روح کی بیماریوں میں ایمان کا خوف ہے۔ امراضِ جسمانی سے تو حیاتِ فانی کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔

مگر روحانی امراض سے حیاتِ ابدی کے تلف ہونے کا خطرہ ہے۔
جب کسی کو تپ وغیرہ کوئی بدنی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ تو وہ اُس
کے علاج میں کیسی کوشش کرتا ہے۔ اِس لیئے باطنی امراض
کے علاج میں بطریق اولےٰ کوشش ہونی چاہیئے۔

تہذیبِ اخلاق کا طریقہ اور فائدہ

باطن کی بیماریوں کا علاج بدن کی بیماریوں کی طرح ہوتا ہے۔ جسمانی
امراض میں پہلے مرض کی علّت کو دیکھا کرتے ہیں۔ پھر اُس علّت
کی ضد کے ساتھ علاج کیا کرتے ہیں۔ مثلاً اگر علّتِ مرض حرارت
ہو۔ تو اُس کا علاج ٹھنڈی دواؤں سے ہوتا ہے۔ اور اگر برودت
علّت ہو۔ تو اِس کے برعکس علاج کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح روحانی
امراض کا علاج بھی اضداد کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ مرض بخل کا
علاج سخاوت ہے اور تکبّر کا تواضع سے کرتے ہیں۔ شاید تم یہاں
یہ سوال کرو۔ کہ جو شخص سخی نہ ہو۔ وہ سخاوت کیونکر سیکھ سکتا ہے۔
اسکا جواب آسان ہے۔ تم دیکھتے ہو۔ پرائمری کی جماعتوں کے طلبہ
خوشخطی کیونکر سیکھتے ہیں۔ وہ کاپی سلیپ اپنے آگے رکھ لیتے ہیں۔
اور قلم ہاتھ میں لیکر بہ تکلّف اُس کی نقل کرتے ہیں۔ یہ مشق وہ
جاری رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ صفتِ کتابت اُنکی ذات میں محکم
ہو جاتی ہے۔ اور خطِ خوب جو پہلے اُن سے بہ تکلّف صادر ہوتا تھا
اب طبعاً صادر ہونے لگتا ہے۔ اِسی طرح جو شخص سخی بننا چاہے
اُسے پہلے سخیوں کے افعال بہ تکلّف بجا لانے چاہئیں۔ آخر
کار وصفِ سخاوت اُس سے طبعاً صادر ہونے لگے گا۔ اور اُس
سے اُس شخص کو خوشی اور لذّت حاصل ہوگی۔ دیگر محاسن

اخلاق کا بھی یہی حال ہے +

بچے خوشخطی سیکھنے کے لیے جس طرح خوشخطی کا نمونہ آگے رکھ لیتے ہیں۔ اُسی طرح نیک اخلاق سیکھنے کے لیے نیکی کے مجسم نمونے ہر وقت اُن کے سامنے ہونے چاہئیں۔ تاکہ اُسی تقلید کرتے رہیں۔ نیک صحبت کا ہونا یوں تو ہر ایک آدمی کے لیے ضروری ہے۔ مگر بچوں کو خصوصیت سے اِس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اُن کا پاک دل ایک سادہ نفیس جوہر ہوتا ہے۔ جس میں ہر قسم کے نقش کی قابلیت موجود ہوتی ہے۔ اِسی سبب سے والدین اور استاد مکارم اخلاق کا نمونہ ہونے چاہئیں +

حسن خلق سیکھنے میں نیک صحبت سے دوسرے درجے پر کتب اخلاق کا مطالعہ ہے۔ نیک لوگوں کے سوانح پڑھنے اور سُننے سے بھی دل میں نیکی کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ محاسبہ نفس بھی اخلاقی ترقی کے لیئے ایک عمدہ نسخہ ہے۔ جس کی ترکیب آگے بیان ہوگی +

عزیزو! جب تم بیمار ہو جاتے ہو۔ تو کیسی کیسی کڑوی دوائیں پیتے ہو۔ ڈاکٹر کے نشتر کی تکلیف برداشت کرتے ہو۔ اور کھانے پینے میں طرح طرح کے پرہیز رکھتے ہو۔ یہ سب کچھ جسم فانی کی صحت کے لیئے کرتے ہو۔ پس اخلاق کے درستی کے لیے جس پر سعادت ابدی موقوف ہے۔ اِس سے بھی زیادہ ریاضتوں اور سختیوں کی برداشت کرو۔ انسان کی قدر و منزلت حسن خلق ہی سے ہے۔ سلطان محمود غزنوی کا وزیر ایاز خوبصورت نہ تھا۔ کسی نے سلطان سے پوچھا۔ کہ ایاز حسن سے بے بہرہ ہے۔ آپ اُس پر کس لیے

ذلیفتہ ہیں ؟
سلطان نے جواب دیا - کہ میں اُسکی صورت پر عاشق نہیں - بلکہ اُس کی سیرت پر شیدا ہوں - حسنِ خلق وہ خوبی ہے - کہ جس میں ذاتی نفع کے علاوہ عامۂ خلائق کا فائدہ متصور ہے - اسی کی بدولت بیگانے اپنے بنجاتے ہیں - مگر سوءِ خُلق سے اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں - سچ ہے - خلیق محبوب خلائق ہوتا ہے - یہی وجہ ہے - کہ جس قدر انبیاء و ہادیانِ خلائق گذرے ہیں - وہ سب کے سب کمال درجے کے خلیق تھے - اللہ تعالےٰ جو ہم سب کا خالق ہے - کیسا خلیق ہے - کہ بندے تو اُس کی نافرمانی کرتے ہیں - مگر وہ گناہ کے سبب رزق کا دروازہ کسی پر بند نہیں کرتا +

عزیزو! تمہیں تہذیبِ اخلاق کی ضرورت اور اُس کا فائدہ تو معلوم ہوگیا - اَب ہم اخلاقی خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں +

اَدَب

اگر تم سے لفظ ادب کے معنے پوچھے جائیں - تو غالبًا تم یہی جواب دوگے - کہ تعظیم - مگر یہ اُسکے پُورے معنے نہیں - ہم تمہیں بتاتے ہیں - ادب کے لفظی معنی ہیں - کسی چیز کا اندازہ نگاہ رکھنا - علمِ اخلاق میں اِس سے مراد ہے نفس کو ناپسندیدہ قول وفعل سے بچانا - اور اپنی اور دوسروں کی حرمت وآبرو کا نگاہ رکھنا +
اِنسان ادب ہی سے انسان بنتا ہے - اگر اُس میں ادب نہو - تو محض حیوان ہے - ادب ہی کی بدولت ہم باطنی نعمتیں حاصل کرسکتے ہیں - اور بُرائیوں سے بچ سکتے ہیں - باادب جہاں جائے -

اُس کی عزّت ہوتی ہے۔ انبیا و اولیا اور دیگر بزرگوں نے جو رُتبے پائے ہیں۔ وہ ادب ہی کی برکت سے ملے ہیں +

عزیزو! کسی عمل میں ادب کا پایا جانا اُس کی قبولیت کی علامت ہے اِسلئے تمہارے واسطے ادب نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اسی کی بدولت تم علم کی دولت سے مالا مال ہو جاؤ گے +

رفتار و گفتار اور حرکات و سکنات میں مخاطب کے رُتبے اور مکان و زمان کا لحاظ رکھو۔ والدین۔ اُستاد۔ حکام وقت اور دیگر بزرگوں کی تعظیم کرو۔ جو تمہارے ہم پایہ ہیں۔ اُن سے تواضع سے پیش آؤ۔ جو تم سے چھوٹے ہیں۔ اُن کے ساتھ پیار اور محبت سے رہو۔ جس مجلس میں جاؤ۔ اُس کے آداب کو ملحوظ رکھو۔ اپنے رُتبے سے اُونچا نہ بیٹھو۔ بیہودہ باتوں سے حاضرین کی سمع خراشی نہ کرو۔ خود بات کرنے کی نسبت دوسروں کی زیادہ سُنو۔ کسی حکیم سے پوچھا گیا۔ کہ آپ بولتے کم ہیں۔ مگر سُنتے زیادہ ہیں۔ اس کا کیا باعث ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ کہ خدا نے مجھے کان دو دئے ہیں۔ مگر زبان ایک دی ہے۔ اِس سے مطلب یہ ہے۔ کہ بولنے کی نسبت سُننا دوچند چاہیئے +

سکول میں قواعد مدرسہ کا لحاظ چاہیئے۔ اگر جماعتمیں ایک طالب علم کلام کر رہا ہو۔ تو قبل از اختتام تم نہ بولو۔ اگر استاد نے ایک سے سوال کیا ہو۔ تو دوسرا جواب نہ دے۔ استاد کی خدمت میں ادب سے رہو۔ دوسروں کے سامنے ناک صاف نہ کرو۔ متکبروں کی طرح اکڑ کر نہ چلو۔ اور چلتے وقت بوٹ کو زمین پر نہ مارو۔ ہر قسم کے ادب میں اپنے ملک کا طریقہ اختیار کرو +

بے ادبی بے نصیبی کی علامت ہے۔ جو طالب علم بے ادب ہو۔ وہ

علم حاصل نہ کریگا - اگر کر بھی لے - تو ہرگز اُس سے فائدہ نہ اُٹھائے گا
شیطان کو دیکھئے سبے ادبی ہی کے سبب ملعون ہوا - سچ ہے -
بے ادب بے نصیب - با ادب بانصیب +

صداقت

مدرسے میں جو لڑکے سچ بولتے ہیں - اُستاد اُن کی کیسی قدر کرتا ہے - سچے آدمی کی ہر جگہہ عزّت و آبرو ہے - سچ ہر پیشہ میں کامیابی کا ذریعہ ہے - دیکھو سچی دوکانیں جو نیک نیتی سے کھولی جاتی ہیں - کیسی کامیابی سے چل رہی ہیں +

طلبہ میں سچ کی بڑی قلّت ہے - عموماً دیکھا جاتا ہے - کہ جب کوئی لڑکا قصور کرتا ہے - اور اُستاد اُس سے بازپُرس کرتا ہے - تو وہ سزا کے ڈر سے انکار کر دیتا ہے - بعض دفعہ ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ جماعت میں سے ایک لڑکے نے دوسرے کی کتاب چُرا لی - اور چند لڑکوں کو یہ چوری معلوم ہوگئی - جب شکایت اُستاد کے پاس پہونچی - تو اُس نے جماعت سے دریافت کیا - کسی میں اتنی اخلاقی جرأت نہ ہوئی - کہ چرانے والے کا نام لے دے +

عزیزو ! ہر حالت میں سچ بولو - خواہ بظاہر اُس میں تکلیف یا نقصان ہی ہو - جو لڑکے قصور کرتے ہیں - اور جھوٹ بول کر بچنا چاہتے ہیں اُن کا قصور دُگنا ہو جاتا ہے - ایک تو قصور اور دوسرا جھوٹ - اس کے برعکس جو طلبہ اپنے قصور کا اقرار کرتے ہیں - اُن کا قصور اکثر معاف ہو جاتا ہے - چونکہ اقرار کرنے والے کو اپنے گناہ پر ایک طرح کی ندامت ہوتی ہے - اِس لئے آئندہ وہ گناہ اُس سے سرزد نہیں ہوتا - اِس طرح سچ کی بدولت اِنسان کے عیب بھی

دور ہو جاتے ہیں +

بعض لوگ بے سوچے سمجھے وعدہ کر لیتے ہیں - پھر جب پورا نہیں کر سکتے - تو اُس کے خلاف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں - اس واسطے تم پر واجب ہے - کہ وعدہ کرتے وقت ہر پہلو پر نظر ڈال لو +

دوسروں کی تعریف کرنے میں اکثر مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے - مگر یاد رہے - کہ مبالغہ بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے - خوشامدی لوگ اپنی غرض کے لئے اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں - خوشامدگو اور خوشامد پسند دونو بُرے ہیں +

انسان جھوٹ بول کر مخلوق سے کوئی بات چھپا سکتا ہے - مگر خدائے عالم الغیب سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی - جو شخص جھوٹ بولتا ہے - وہ عجب احمق ہے - کہ خدا کو حقیر سمجھتا ہے - اور اِنسان سے ڈرتا ہے - جھوٹے کی دنیا میں یہ سزا ہے کہ اُس کا اِعتبار اُٹھ جاتا ہے - اور اُس کا سچ بھی جھوٹ سمجھا جاتا ہے - چنانچہ ایک چرواہے کا لڑکا کسی گاؤں کے قریب بکریاں چرایا کرتا تھا - اُس کی عادت تھی - کہ لوگوں سے مذاق کرنے کے لئے پکارا کرتا تھا - کہ بھیڑیا آیا بھیڑیا آیا - دو ایک دفعہ اُس کے ہمسائے مدد کو آئے - مگر اُنہوں نے کوئی بھیڑیا نہ پایا - آخر ایک دن سچ مچ بھیڑیا بھی آگیا - لڑکے نے ہرچند شور مچایا کہ بھیڑیا آیا بھیڑیا آیا - مگر لوگ اُس کی عادت سے واقف تھے - کوئی اوس کی مدد کو نہ آیا - بھیڑئے نے بے کھٹکے تمام گلّے کو لڑکے سمیت زخمی کیا +

اوپر کے بیان سے یہ نہ سمجھنا کہ صداقت صرف قول میں ہوتی ہے - نہیں بلکہ عمل نیت اور وعدے میں بھی ہوتی ہے - اگر کوئی شخص تسبیح

یا مالا پھیرے - اور اپنے آپ کو پرہیزگار ظاہر کرے - مگر اُس کا باطن تقوے سے بے بہرہ ہو - تو وہ اپنے عمل میں صادق نہیں - ہاں اگر اُسکا باطن بھی ظاہر کے موافق ہو - تو بیشک وہ صادق کہلائیگا - نیت میں صداقت یہ ہے کہ نیک کام سے محض خدا کا تقرب چاہے - وعدے میں صادق وہ ہوتا ہے کہ اُسے پورا کر دکھائے ✣

حجاج اور مجرم

ایک روز حجاج ظالم جس نے ستر ہزار ناحق خون کئے - کسی جماعت کو سیاست کر رہا تھا - اُن میں سے ایک نے جب اُسکی نوبت آئی یوں عذر کیا ✣

مجرم - اے امیر - خدا تجھے نیکی دے - مجھے قتل نکر - کیونکہ آپ پر میرا ایک حق ہے -

حجاج - وہ کیا؟

مجرم - فلاں دشمن ایک روز آپ کی غیبت کر رہا تھا اور آپ کے حق میں فحش باتیں کہہ رہا تھا - میں نے اُسکو غیبت سے منع کر دیا - اور گالیوں سے روک دیا -

حجاج اِس امر پر کوئی گواہ پیش کرو -

مجرم - یہ قیدی جو آپ کے سامنے کھڑا ہے - میرا گواہ ہے -

حجاج - (قیدی سے) خدا کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرو - جو تمہیں معلوم ہے -

قیدی - یہ سچ کہتا ہے - میں نے اپنی آنکھوں دیکھا - اور کانوں سُنا - کہ یہ مجرم اُس دشمن کو تیری غیبت سے

منع کرتا تھا۔

حجاج۔ تُو منع کرنے میں کس واسطے اُس کے ساتھ شریک نہ ہوا؟

قیدی۔ میں تجھے اپنا دشمن جانتا تھا۔ اِس لئے مجھ پر تیری رعایت واجب نہ تھی۔

حجاج۔ دونوں کو چھوڑ دو۔ مجرم کو حق کے سبب اور قیدی کو سچ کے سبب۔

نتیجہ

سچ نجات دیتا ہے۔ اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔

نیک صحبت

کیا تمنے کبھی اُس مٹی کو سونگھ کر دیکھا ہے۔ جس سے گلاب کے پھولوں کا عرق کھینچتے وقت دیگچے کا منہ بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ بھاپ نہ نکلے؟ وہ بھی گلاب کی طرح خوشبودار ہوتی ہے۔ مگر مٹی میں یہ خوشبُو کہاں سے آئی ہے؟ کچھ مدت گلاب کے ساتھ رہی۔ اِس لئے اُس میں بھی گلاب کا وصف پیدا ہو گیا۔ عزیزو! اسی طرح تم بھی اگر نیکوں کی صحبت میں رہو گے۔ تو نیک بن جاؤ گے۔

ہر انسان کو اُس کے ہمنشین پر قیاس کرنا چاہئے۔ اگر کسی کا ہمنشین علم دوست ہو تو اُس کو بھی علم دوست ہی سمجھنا چاہئے۔ "نیک ہمنشین عطار کی مانند ہے جو تجھے اگرچہ کچھ عطر نہ دے۔ مگر اُس کی خوشبُو سے تو ضرور بہرہ ور ہوگا۔ اور بُرا ہمنشین لوہاروں کی بھٹی کی مانند ہے۔ کہ جس کی آگ سے اگرچہ تو نہ جلے۔ مگر اُس کے دھوئیں سے ضرور اذیت پائے گا۔" لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا۔ "بیٹا! ایمان کے بعد سب سے پہلے نیک دوست تلاش کرنا چاہئے۔ کیونکہ

وہ درخت خرما کی مانند ہے۔ کہ جس کے سائے میں اگر تو بیٹھے گا۔ تو تجھے راحت دے گا۔ اگر تو اُس کی لکڑی لے گا۔ تجھے نفع دے گی۔ اور اگر تو اُس کا پھل کھائے گا تو لذیذ پائے گا"+

انسان پر جب مصیبت پڑتی ہے۔ تو اُس کا علاج سچے دوستوں کی ہمدردی سے بڑھکر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ لارڈ بیکن کہتا ہے۔ "دوستوں کے پاس اپنا حال ظاہر کرنے سے دو متضاد اثر پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی خوشی بڑھتی ہے۔ اور غم گھٹتا ہے۔ کیونکہ دوست کو اپنی خوشی میں شریک کرنے سے خوشی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور غم میں شریک کرنے سے غم کم ہو جاتا ہے"+

عزیزو! علماء و صلحاء و دیگر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا کرو۔ مانا کہ عمدہ کتابیں اور بزرگوں کے سوانح تمہیں نیکی کی ترغیب دیں گے مگر اُن کا اثر زندہ مثال کے مقابلے میں بہت کم ہوتا ہے۔ زندہ بزرگ کی صحبت برق کی تاثیر رکھتی ہے۔ سالوں کے مجاہدے اور نفس کُشی سے باطن کو وہ صفائی حاصل نہیں ہوتی۔ جو کسی برگزیدہ بزرگ کی خدمت میں ایک ساعت کی حاضری سے ہوتی ہے+

جہانتک ہو سکے۔ تم اُن اشخاص کی صحبت اختیار کرو۔ جو مکارم اخلاق میں تم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جب کبھی تمہیں اپنے سے کم درجے کے لوگوں میں رہنے کا اتفاق ہو۔ تو اِس بات کا خیال رکھو۔ کہ اگر تم اُن کو اپنے جیسا بنانے کی کوشش نہ کروگے۔ تو وہ تمہیں اپنے جیسا بنا لیں گے+

نیک صحبت کی نسبت بُری صحبت کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ جیسے خراب ہوا تندرستی کے لیے مضر ہے۔ اسی طرح بُری صحبت نیک آدمی کو نقصان پہونچاتی ہے۔ دیکھو۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان بدوں کی

صحبت میں بیٹھا۔ تو نالائق بن گیا۔ اگرچہ کوئی سلیم الطبع شخص بُروں کی صحبت سے متاثر نہ ہو۔ مگر متہم ضرور ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے لئے بھنگڑ خانے میں جائے۔ تو کم از کم بھنگ نوشی کا الزام اُسپر ضرور لگے گا۔ شراب خانہ۔ تھیٹر راگ رنگ کی مجلسیں ایسی جگہیں ہیں جہاں سے بدکاری اور تخریب اخلاق کی ترغیب ملتی ہے۔ ایسی جگہوں میں نیک لوگوں کے جانے سے بدکاروں کو نہ صرف بہانہ بلکہ ایک قسم کی سند مل جاتی ہے +

امیر زادے کے لئے خوشامدیوں کی صحبت زہر قاتل ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے نفع کی طمع سے اُسکو اپنے عیب پر واقف نہ ہونے دیں گے۔ بلکہ اُس کی اتنی تعریف کریں گے۔ کہ وہ اُس عیب کو ہُنر سمجھنے لگے گا۔ پھر وہ عیب اوسکی طبیعت میں داخل ہو کر کبھی اُس سے جُدا نہ ہو گا۔ اس کے علاوہ خوشامد سے بڑی قباحت یہ ہو گی۔ کہ اُس میں تکبّر پیدا ہو جائے گا۔ اور وہ اپنے آپ کو نہایت عقلمند اور ہوشیار سمجھنے لگے گا۔ پھر وہ کسی کی نصیحت نہ سُنے گا۔ اِس طرح وہ نالائق جہل مرکب کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور بڑا ہو کر بزرگوں کو طرح طرح کے رنج وغم میں ڈالے گا آخر کار خوشامدیوں کو مال و دولت لُٹا کر خود تباہ اور محتاج ہو جائے گا۔ اور خلاف شریعت عمل کرنے سے گنہگار ہو کر اپنی عاقبت کو برباد کرے گا۔ غرض نہ دنیا کا رہے گا نہ دین کا +

عزیزو! رذیلوں اور بازاری لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلو۔ چوروں قمار بازوں۔ جھوٹوں۔ پتنگ بازوں۔ کبوتر وبٹیر بازوں اور دیگر بُرے آدمیوں کی صحبت سے بچو۔ بُرے کو کبھی اپنا دوست نہ

بناؤ - ورنہ اُس کی بدی مرضِ متعدّی کی طرح تم پر اثر کریگی - کسی نے کیا خوب کہا ہے - "بُری صحبت سے تو تنہائی بہتر ہے"۔

وقت کی پابندی

تم دیکھتے ہو - کہ سورج ہر موسم میں اپنے وقت پر نکلتا اور ڈوبتا ہے - پھول اپنے اپنے وقت پر کھلتے اور مُرجھا جاتے ہیں - پرندے اپنے وقت پر اُٹھتے اور چہچہاتے ہیں - اگر انسان اشرف المخلوقات ہوکر اپنا کام وقت پر نہ کرتے - تو اِس سے بڑھکر اور کیا افسوس ہوگا۔

عزیزو! گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں - وقت زر وجواہر سے قیمتی ہے - مگر حیف کہ تم اس کی قدر نہیں کرتے - اگر سفر کرنا ہو - تو ریلوے سٹیشن پر گھنٹوں پہلے ہی پہنچ جاتے ہو - جائداد اور دولت لُٹانا تو تم گوارا نہیں کرتے - مگر وقت جیسی دولت کے لُٹانے میں تمہیں ذرا بھی دریغ نہیں - ہمارے ملک کے نوجوان اپنا بہت سا وقت کھیل تماشوں - تاش - پتنگ بازی و مرغ بازی وغیرہ میں ضائع کردیتے ہیں - اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دوست واحباب باہم بیٹھ کر گھنٹوں گپ شپ میں گزار دیتے ہیں - اور اسے تفریح سمجھتے ہیں۔

زندگی بھی خدا کی ایک نعمت ہے - جس کا شکریہ ہے - کہ اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا جائے - اگر تم روزانہ ایک منٹ ضائع کروگے - تو آہستہ آہستہ منٹوں کے گھنٹے اور گھنٹوں کے دن اور سال بنجائیں گے - بعض لوگ زندگی کی کوتاہی کی بیجا شکایت کرتے ہیں - زندگی بمنزلہ جائداد ہے - مالک اگر منتظم ہو - تو اپنی جائداد کی مختصر آمدنی

سے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اگر وہی جائداد کسی فضول خرچ کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ تو وہ ایک ہی دن میں اُس کے کوڑے کر ڈالیگا اِسی طرح اگر تم وقت کو کفایت سے استعمال کرو۔ تو زندگی کے تمام مقاصد پورے ہو سکتے ہیں۔ مگر تم تو زیادہ تر اُسے کینہ۔ عناد۔ عیاشی۔ سیر و تفریح۔ سٹرگشتی اور ناول وغیرہ پڑھنے میں ضائع کر دیتے ہو۔ اور پھر تمنّا کرتے ہو۔ کہ اَور وقت ملے +

وقت کی پابندی مقروض ہونے سے بچاتی ہے۔ جب کوئی چیز خریدی جائے۔ تو اُسی وقت اُس کے دام ادا کردو۔ جب دام پاس نہ ہوں۔ تو مت خریدو۔ اگر قرض لینے پر مجبور ہو جاؤ۔ تو حساب کو زیادہ عرصے تک نہ رہنے دو۔ بعض لڑکوں میں یہ خراب عادت ہوتی ہے۔ کہ مدرسے کے حلوائی یا کسی اور دوکاندار سے قرض اُٹھا کر کھاتے رہتے ہیں۔ اور دینے کا نام تک نہیں لیتے۔ جب ایک معقول رقم ہو جاتی ہے۔ تو ناجائز طریقوں سے اُسے ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کوئی گھر سے زیور وغیرہ چرا کر بیچتا ہے۔ کوئی داؤ لگے۔ تو کسی لڑکے کی کتاب اُڑا کر کواڑی کی دوکان پر کوڑیوں کے مول پھینک دیتا ہے۔ عزیزو!۔ اپنا یہ اصول مقرر کر لو۔ کہ جب کوئی چیز خریدو تو حساب اُسی وقت چکا دو۔ اِسی طرح اپنے نفس کے ساتھ بھی حساب پاک رکھو۔ ہر روز رات کے وقت بستر پر لیٹ کر غور کرو۔ کہ آج تم نے دن کے وقت کونسے نیک و بد اعمال کئے۔ اور کتنے نیک کام سُستی کے سبب رہ گئے۔ نیک اعمال پر خدا کا شکر کرو۔ بُرے اعمال پر توبہ کے علاوہ نفس کو مناسب سزا دو۔ مثلاً اگر تم نے لقمۂ حرام کھایا۔ تو دوسرے روز نفس کو بھوکا رکھو۔

جو نیک کام کاہلی کے سبب رہ گئے - آئندہ اُن کا تدارک کرو- اِس قسم کا محاسبۂ نفس اخلاقی ترقی کے لئے بہت مفید ہے +
وقت کی پابندی ترقی کا ذریعہ ہے - تم دیکھتے ہو کہ اِسکی بدولت اہلِ مغرب کیسی حیرت انگیز ترقی کر رہے ہیں - ہر ایک کام کے لئے اُنہوں نے وقت معیّن کر رکھا ہے - اگر تم کسی انگریز سے ملنا چاہو تو پہلے اُس کی ملاقات کا وقت دریافت کر لو - دوسرے وقت میں وہ تم سے ہرگز نہ ملے گا - ایک روز واشنگٹن کے میر منشی کو ایک دو منٹ کی دیر ہو گئی - اس کا سبب پوچھا گیا - تو کہنے لگا - کہ میری گھڑی خراب ہے - اِس پر واشنگٹن نے کہا - "تمہیں نئی گھڑی رکھنی پڑے گی - یا مجھے نیا میر منشی رکھنا پڑے گا" سکول میں تم بھی ٹائم ٹیبل کے مطابق کام کرتے ہو - ٹائم ٹیبل پابندی سکھاتا ہے - اِس کا بڑا فائدہ یہ ہے - کہ تھوڑے وقت میں بہت سا کام ہو جاتا ہے - گھر کے لئے تم علیحدہ ٹائم ٹیبل بنا لو - جس میں کچھ وقت عبادت اور ورزش جسمانی کے لئے ضرور رکھو - طالب علموں پر کیا موقوف ہے - دنیا میں ہر شخص کو اپنے کام کے موافق اوقات اِنضباط بنا لینا چاہیئے - وقت کی پابندی سے سب کام بسہولت اور آرام سے انجام پاتے ہیں - سچ ہے - وقت کا پابند سدا خرسند +

ہمّت - محنت - اِستقلال

یہ الفاظ تم نے اکثر اپنے اُستاد کی زبان سے سُنے ہونگے - ہم پہلے تمہیں اِن کے معنے بتاتے ہیں - ہمّت کے معنے بڑے بڑے کاموں کا ارادہ - محنت کے معنے آزمائش کوشش - استقلال سے مراد ہے کسی کام میں تکلیف پیش آنے پر دل شکستہ نہ ہونا - اور کوشش

جاری رکھنا ؛

یوں تو ہر کام میں یہ تینوں امر ضروری ہیں - مگر تحصیل علم میں خصوصیت سے اِن کی ضرورت ہے - ہمت کے ساتھ اِنسان یوں اڑتا ہے - جیسے پرندہ بازوؤں کے ساتھ - عالی ہمتوں کی نظر میں بڑے کام چھوٹے دکھائی دیتے ہیں - مگر پست ہمتوں کو چھوٹے کام بڑے نظر آتے ہیں - جس طالب علم کا یہ ارادہ ہو کہ شیخ سعدی کی تمام تصانیف حفظ یاد کرلے - وہ ساری نہیں آدھی تو ضرور ازبر کرلیگا بشرطیکہ ہمت کے ساتھ محنت و استقلال بھی ہو - اگر ہمت ہو اور محنت و اِستقلال نہ ہو - یا اِس کے برعکس محنت و استقلال ہو مگر ہمت نہ ہو - تو اِن دو نو صورتوں میں پوری کامیابی حاصل نہ ہو گی ؛

کہتے ہیں کہ جب اسکندر رومی نے تمام جہان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا - تو حکما سے مشورہ کیا - اور کہا کہ دنیا کا ملک بہت چھوٹا اور حقیر ہے - مجھے شرم آتی ہے - کہ اِس کے لیئے لشکر کشی کروں - اُس کے وزیر حکیم ارسطو نے عرض کی - کہ آپ دنیا کے ملک کے ساتھ ملک سعادت کو بھی شامل کرلیں - تاکہ جس طرح آپ تلوار سے دنیا کے ملک کو فتح کریں - عدل و انصاف سے ملک سعادت کو بھی مسخر کرلیں - سکندر نے اِس بات کو بہت پسند کیا - اور حکیم کی بہت تعریف کی - اِس عالی ہمتی کے سبب سکندر کا نام آج تک یادگار ہے ؛

پست ہمتی ترقی کی مانع اور ناکامیابی کا پیش خیمہ ہے - جو لڑکے پست ہمت ہوا کرتے ہیں - وہ یہی سوچا کرتے ہیں کہ امتحان میں کامیابی کے لیئے فیصدی ۳۳ نمبر درکار ہیں - اِس لیئے وہ ۳۳

ہی کو مد نظر رکھ کر محنت کرتے ہیں - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ۳۳ بھی حاصل نہیں کر سکتے - کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎
پست ہمت ہو نہ انساں پست قامت ہو تو ہو - عزیزو! - تمہارا ارادہ یہ ہونا چاہیئے کہ سو فیصدی نمبر حاصل کریں - اِس صورت میں تم کو کم سے کم ۳۳ تو ضرور مل جائیں گے - امتحانات میں کامیابی کا یہی بڑا راز ہے - اِسے ہرگز نہ بھولنا +
محنت ہمت کے متناسب ہوتی ہے - جسقدر ہمت بلند ہوگی - طلب مقصد میں اُتنی ہی کوشش زیادہ ہوگی - محنت سے جسمانی اور دماغی قوئے ترقی پاتے ہیں - محنتی تندرست و توانا رہتا ہے - تم دیکھتے ہو کہ لوہار کا بازو محنت سے ایسا قوی ہوجاتا ہے - کہ دن بھر بھاری ہتھوڑا استعمال کرسکتا ہے - جو لڑکا غبی ہو اُس کی کُندذہنی کا علاج بجز محنت کچھ نہیں ہوسکتا - عموماً دیکھنے میں آتا ہے - کہ محنتی طلبہ کے قوئے عقلیہ بڑے قوی ہوتے ہیں - محنت سے رنج و الم سب بھول جاتے ہیں - وساوس شیطانی سے بچنے کا مجرب نسخہ محنت ہی ہے - محنت کے بعد آرام کیسا اچھا معلوم ہوتا ہے - محنت عزت و فخر کا باعث ہے - مگر اہل ہند محنت کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے - بلکہ اکثر تو پڑھتے بھی اِسی غرض سے ہیں کہ حصول معاش میں بہت محنت نہ کرنی پڑے +
کاہلی حرمان اور ندامت کا باعث ہے - کاہل ہمیشہ ذلیل رہتا ہے - بیکار کو شیطانی وسوسے بہت ستاتے ہیں - مشہور ہے - بیکار بیٹھے شیطان سوجھے - خدا نے تمکو کام کے لیے پیدا کیا ہے - بیکار مت بیٹھو - بیکاری سے بیگار بھلی +

استقلال کامیابی کا کفیل ہے۔ ہر کام میں کچھ نہ کچھ دقتیں پیش آیا کرتی ہیں۔ تحصیل علم میں تو خصوصاً ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے۔ کہ "ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی آفت ہوتی ہے۔ مگر علم کے لئے بہت سی آفتیں ہوتی ہیں"۔ دقتوں کو دیکھکر ہرگز گھبرانا نہ چاہئے۔ بلکہ مردانہ اُن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ جن لوگوں میں ثابت قدمی نہیں اُن کے کام اکثر ادھورے رہا کرتے ہیں۔ اگر تم ایک دفعہ امتحان میں ناکامیاب ہو جاؤ۔ تو ہرگز جی نہ چھوڑو کوشش کئے جاؤ۔ ضرور کامیاب ہو گے +

سقراط کا حال دیکھو۔ وہ استقلال بدرجہ کمال رکھتا تھا۔ افلاس خانہ داری کے روز مرہ کے جھگڑے۔ بد مزاج و بدزبان بیوی کی صحبت۔ اولاد کا بد تربیت و جاہل ہونا۔ ظالم بادشاہوں سے پالا پڑنا۔ مرتد و بدعتی اور انسان و خدا کا دشمن قرار پاکر جیلخانے میں جانا۔ اِن تمام مصیبتوں کو اُس نے بڑی جوانمردی سے برداشت کیا۔ اور اخیر میں جب زہر کا پیالہ دیاگیا۔ تو اُس نے ایسے استقلال سے پیا کہ چہرے پر ذرا بھی تغیر نہ آیا +

عزیزو! - اپنے ارادوں میں ثابت قدم رہو۔ مصیبتوں کا آنا کچھ نئی بات نہیں۔ اگر تم مفلس ہو۔ تو تمہارے جیسے اور بھی ہزاروں مفلس دنیا میں موجود ہیں۔ اِس مقام پر ہم تمہیں ایک مستقل مزاج لڑکے کا قصہ سُناتے ہیں۔ ذرا غور سے سنو

حکایت

ایک لڑکا ذوخال نام ملک افرنجہ کے ایک گاؤں عرطینہ میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کا باپ نہایت ہی مفلس تھا۔ اور کھیتی باڑی

سے اپنا گذارہ کیا کرتا تھا۔ دس برس کا تھا کہ ماں باپ کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ اِس بیکسی کی حالت میں ذوفال نے کچھ دنوں ایک دہقان کے مویشی چرائے۔ مگر کسی خفیف قصور پر وہاں سے بھی علیحدہ ہوا۔ اور مجبوراً وطن کو خیرباد کہنا پڑا۔ چنانچہ کڑکڑاتے جاڑے میں قریۂ لوزینہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بخار آگیا۔ بیہوش پڑا ہوا تھا۔ کہ ایک دہقان کا اُس طرف گذر ہوا۔ وہ اُسے اٹھاکر اپنے گھر لے گیا۔ اور اُس کا علاج کیا۔ جب تندرست ہوگیا۔ تو کسی سوداگر کے ہاں بکریاں چرانے پر متقرر ہوا۔ اِس اثنا میں ایک روز اتفاقاً اُس نے کسی لڑکے کے پاس ایک کتاب دیکھی۔ جسمیں چرندوں اور پرندوں کی عجیب وغریب تصویریں تھیں۔ ذوفال اِس وقت تک کچھ لکھا پڑھا نہ تھا۔ مگر تصویروں سے سمجھ گیا۔ کہ اُس کتاب میں اُن ہی حیوانات کا بیان ہوگا۔ اب اُسے یہ شوق دامنگیر ہوا کہ کسی طرح اُن حالات سے واقف ہو جائے۔ اُس لڑکے سے کہا۔ آپ مجھے یہ کتاب پڑھکر سُنائیں۔ مگر اُس نے انکار کردیا۔ شوق کب چین لینے دیتا تھا۔ آخر کار ذوفال نے خود علم سیکھنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ مگر کوئی ایسا شفیق نہ مِلا۔ کہ اُسے مفت پڑھائے۔ اسلئے یوں انتظام کیا۔ کہ بکریاں چرانے کی اُجرت جو اُسے ملتی۔ اُسے اپنی حوائجِ ضروریہ میں صرف نہ کرتا۔ بلکہ ایک طالب علم کو دیتا۔ اور اُس سے پڑھا کرتا۔ لیکن دوسرے شریر لڑکے اُس کے گرد آ جمع ہوتے۔ اُس پر ہنستے۔ اور اُس کی تعلیم میں خلل انداز ہوتے اِس لئے ذوفال ایسے مکان کی فکر میں ہوا۔ کہ جہاں فارغ البالی سے پڑھ سکے۔ ایک روز اتفاق سے کسی خانقاہ کے پاس سے

گذرا - جس میں ایک راہب فلیمان نام تھا - اُس کو مطالعہ کے لئے وہ مکان پسند آیا - اور اُس راہب سے اُس نے اپنا تمام حال بیان کیا - راہب نے ذوفال کی درخواست منظور کرلی - اُس وقت خانقاہ میں ایک خادم کی ضرورت تھی - وہ خدمت بھی ذوفال کے سپرد ہوئی - اِس طرح وہ اطمینان سے وہاں تعلیم پاتا رہا - مگر کچھ عرصہ کے بعد اُس خانقاہ کے اہینوں نے اُس خدمت کے لئے اپنے پاس سے ایک خادم بھیجدیا - ذوفال کو اپنی علیحدگی پر بہت افسوس ہوا - فلیمان رحم دل تھا - اُسے ترس آیا - ایک سفارشی چٹھی دے کر ذوفال کو اپنے ایک دوست کے پاس ایک اور خانقاہ میں بھیجدیا - اُس خانقاہ کے راہبوں کے پاس چند دودھ دینے والی گائیں تھیں - اُنہوں نے ذوفال کو چرانے کے لئے رکھ لیا - وہاں کے راہب اگرچہ ذوفال سے زیادہ پڑھے ہوئے نہ تھے - مگر اُن کے پاس کچھ کتابیں تھیں - ذوفال اجازت لیکر اُن کا مطالعہ کرنے لگا - اثنائے مطالعہ میں جس مقام کو وہ نہ سمجھ سکتا - اُس پر نشان رکھ لیتا - اور جو لوگ اُس خانقاہ اور راہبوں کی زیارت کو آتے - اُن سے پوچھ لیتا - اِس طرح اُس نے وہ تمام کتابیں پڑھ لیں - اور نئی کتابوں کی ضرورت پیش آئی - مگر چرانے کی اُجرت جو اُسے ملتی تھی - اُس کی خوراک و پوشاک کے لئے بھی کافی نہ تھی - چہ جائیکہ اُس سے نئی کتابیں خریدے - اُس خانقاہ کے نواح میں ایک جنگل تھا - جس میں چرند و پرند بکثرت تھے - ذوفال جال اور پھندوں سے اونہیں پکڑ لاتا اور اُن کی کھالوں اور پروں کو بازار میں بیچ کر ضروری کتابیں خرید لیا کرتا - جنگلی حیوانات کے پکڑنے میں وہ بعض

دفعہ سخت مصیبتیں جھیلتا تھا۔ چنانچہ ایک روز اُس نے ایک جنگلی بِلّا درخت کی شاخ پر بیٹھا پایا۔ اُس کے عجیب رنگا رنگ بالوں کو دیکھ کر ذوفال کا جی للچایا۔ کہ اگر کسی طرح یہ پکڑا جائے تو اِس کی کھال بازار میں بڑے داموں پر بکے۔ اور بہت سی کتابیں خریدی جائیں۔ اِس خیال سے وہ درخت پر چڑھا بِلّا ایک شاخ سے دوسری پر کود جاتا تھا۔ یہاں تک کہ زمین پر اُتر آیا۔ اور بھاگ کر ایک پُرانے موٹے درخت کی کھوکھ میں پناہ گزین ہؤا۔ ذوفال بھی درخت سے اُتر کر وہیں پہونچا اور اُسے دُم سے پکڑ کر کھوکھ سے نکالا۔ تنگ آکر بِلّا اوس کے سر پر کودا۔ اور ایسا پنجہ مارا۔ کہ اُسے گھائل کر دیا۔ اور کچھ گوشت اور بال نوچ لئے۔ مگر اِس پر بھی ذوفال نے دُم نہ چھوڑی اور ایک درخت کے تنے پر ایسا دے مارا کہ اُس بیچارے کی جان نکل گئی۔ اُس کی کھال اُتار کر ذوفال نے خوشی خوشی بازار کی راہ لی۔ اور اُسے بہت گراں بیچ کر کتابیں خریدیں۔ ایک روز ذوفال پرندوں کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ کہ اتفاق سے اُسے ایک سونے کا ٹکڑا مِل گیا۔ اگرچہ اُسے خرچ کی سخت ضرورت تھی۔ مگر اُس نے شہر میں منادی کردی۔ کہ اِس طرح کا ایک سونے کا ٹکڑا مجھے جنگل سے مِلا ہے۔ اُس ٹکڑے کا مالک کئی روز کے بعد خانقاہ میں آیا۔ ذوفال نے اُس کے حوالے کیا۔ مالک خوش ہؤا۔ اور ذوفال کی دیانتداری پر عش عش کرنے لگا۔ پھر اُس کا حال پوچھا۔ اور کئی درہم صلے کے طور پر دیئے۔ جاتے وقت یہ کہہ گیا۔ کہ کبھی کبھی ہم سے ضرور ملا کرنا۔ اور اپنے حال سے اطلاع دینا۔ اِس کے بعد جب ذوفال کو نئی کتابوں کی ضرورت

پیش آتی - تو اِس مربّی کے پاس آتا - اور وہ ہر دفعہ ایک درہم اُسے دے دیا کرتا ؛

ذوفال کی یہ عادت تھی - کہ گایوں کو تو چراگاہ میں چرنے چھوڑ دیتا اور آپ قریب ہی کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر کتابوں کے مطالعہ میں ایسا محو ہوتا کہ اُسے دنیا کی کچھ خبر نہ رہتی - ایک روز اتفاق سے اُس ولایت کے بادشاہ کے دو لڑکے شکار کھیلنے اُس جنگل میں آئے - مگر راستہ بھول گئے - اور اُسی جگہہ آ نکلے جہاں ذوفال مطالعہ میں مشغول تھا - یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے - کہ چرواہا مطالعہ میں مشغول ہے - اور اُس کے آگے کُرۂ زمین کا نقشہ اور کتابیں پڑی ہیں - دونو اُس کے سر پر آ کھڑے ہوئے - مگر اُس نے کچھ التفات نہ کی - اور اپنے مطالعہ میں لگا رہا - بڑے شہزادے نے اُس کا حال دریافت کیا - ذوفال نے اپنا ماجرا بیان کیا - شہزادوں نے کہا - کہ ہمارے ساتھ شہر میں چلو - ہم تمہیں اپنے دربار میں جگہہ دیں گے - ذوفال نے کسی کتاب میں پڑھا تھا - کہ درباری لوگ خلق و عادت میں سب سے بُرے ہوتے ہیں - اِس لئے اُس نے اِنکار کر دیا - اور کہا - اگر آپ مجھے تحصیل علم میں مدد دیں - تو میں چلنے کو تیار ہوں - اِس وعدے پر وہ اُسے شہر میں لے آئے - اور شاہی مدرسے میں داخل کر دیا - کچھ عرصے کے بعد ذوفال علّامۂ زماں بنگیا - اور اُسی مدرسے میں پروفیسر مقرر ہوا - پھر بادشاہ نے اُسکے شوق علم کو دیکھ کر اُسے شاہی کتب خانے کا داروغہ مقرر کر دیا - ذوفال مدّت تک بڑی عزّت و آبرو سے زندہ رہا - اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں - جن سے اُس کا نام ہمیشہ صفحۂ ہستی پر یادگار رہے گا +

نتیجہ - ہمّت و محنت و استقلال کے لئے کوئی سدِّ راہ نہیں

اعتدال

دنیا میں جدھر نظر اُٹھا کر دیکھو۔ وہی چیز مرغوب ہے۔ جو افراط و تفریط سے خالی ہو۔ رنگوں میں وہی رنگ اچھا ہے۔ جو نہ زیادہ شوخ اور نہ بہت پھیکا ہو۔ موسموں میں موسم بہار اسی لئے اچھا ہے۔ کہ اُس میں نہ سردی زیادہ ہوتی ہے۔ اور نہ گرمی زیادہ۔ کسی چیز میں افراط و تفریط کا نہ پایا جانا ہی اعتدال ہے +

اعتدال ہر کام میں پسندیدہ ہے۔ اِس لئے خوراک و پوشاک۔ گفتار و رفتار اور دیگر تمام امُور میں میانہ روی اختیار کرو۔ نوجوان طلبہ میں اِس خوبی کی بڑی ضرورت ہے۔ کئی طالب علم ایسے ہوتے ہیں۔ کہ محنت میں افراط کے سبب موت کا نشانہ بن جاتے ہیں اور کئی ایسے ہیں کہ تفریط کے سبب ناکامی کے گڑھے میں گر کر برباد ہو جاتے ہیں +

عربی میں ہے کہ سب سے اچھا کام اوسط درجے کا ہوتا ہے۔ انگریزی میں ہے کہ خوبی وسط میں ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی فضیلت اپنی حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ تو رذیلت بن جاتی ہے۔ تجاوز فقط افراط ہی کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ تفریط کی طرف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حکمت اگر افراط کی جانب متجاوز ہو تو مکاری بن جاتی ہے۔ اور اگر تفریط کی جانب ہو۔ تو نادانی کہلاتی ہے۔ اِسی طرح شجاعت کی افراط بیباکی اور اُس کی تفریط بزدلی ہے۔ سخاوت کی جانبِ افراط فضول خرچی اور جانبِ تفریط کنجوسی ہے۔ اور تواضع کی جانبِ افراط تکبر۔ اور جانبِ تفریط خواری کہلاتی ہے۔ پس حکمت۔ شجاعت۔ سخاوت اور تواضع فضائل ہیں۔ اور مکاری

و نادانی - بیباکی و بزدلی - فضول خرچی و کنجوسی اور تکبّر و خواری رذائل ہیں +

اعتدال کا یہ خاصہ ہے - کہ اس کی بدولت اُمورِ متبائنہ میں اُلفت پیدا ہو جاتی ہے - بیگانگی کو دُور کرکے یگانگی پیدا کرنا اِسی کا کام ہے - اِنسان کو دیکھئے - ہے تو مجموعۂ اضداد مگر اعتدال کی بدولت اِس کے اخلاط متضاد میں اِتّحاد قائم ہے - جب اعتدال میں فتور آجاتا ہے - تو اُس کی طبیعت بگڑ جاتی ہے - سلطنت کا حال بھی طبیعت اِنسانی کا سا ہے - لارڈ بیکن نے اعتدالِ سلطنت کی نسبت یوں لکھا ہے - "سلطنت میں حفظِ اعتدال نادر اور مشکل شے ہے - کیونکہ اعتدال اور بے اعتدالی دونو متضاد اُمور سے حاصل ہوتے ہیں - مگر متضاد اُمور کا مِلاپ اور شے ہے - اور اُنکا تبادلہ شئے دیگر - اپولونیس نے جو جواب ویسپیشن کو دیا تھا اُس میں بہت عمدہ ہدایت درج ہے - ویسپیشن نے اُس سے پوچھا تھا - کہ نیرو کی تباہی کا کیا سبب تھا؟ اُس نے جواب دیا - کہ نیرو چنگ اچھا بجا سکتا تھا - اور اُسکا سُر بخوبی ٹھیک کر سکتا تھا مگر حکومت میں وہ کبھی کھونٹیوں کو حد سے زیادہ چڑھا دیا کرتا تھا اور کبھی حد سے زیادہ اُتار دیا کرتا تھا - اور یہ یقینی امر ہے - کہ اختیارات کی افراط و تفریط کا بے قاعدہ اور بے موقع تبادلہ سب سے بڑھکر سلطنت کی بیخ کنی کرتا ہے" - کسی نے کیا عمدہ نصیحت کی ہے - کہ امارت میں اعتدال اور مصائب میں اِستقلال چاہئے +

اتفاق

تم نے شہد کی مکھیوں کو دیکھا ہوگا - کیسے مِل جُل کر کام کرتی

ہیں - شہد اسی اتفاق کا نتیجہ ہے +

اتفاق عجب نعمت ہے - آب و آتش - خاک و باد ایک دوسرے کے دشمن ہیں - جب اِن دشمنوں میں اتفاق ہوگیا - تو انسان وجود میں آیا - انسان کیا دنیا میں جس قدر مرکبات ہیں - سب اتفاق کی بدولت قائم ہیں - اگر عناصر میں اتفاق نہ رہے - تو ایک ہی دم میں نظامِ عالم بگڑ جائے - جس طرح عناصر کے اتفاق سے مرکبات بنتے ہیں - افرادِ انسانی کے اتفاق سے قبیلے - جماعتیں اور قومیں بن جاتی ہیں - انگریزی میں ہے کہ اتفاق طاقت ہے - بیشک یہ درست ہے - لکھے پڑھے سب جانتے ہیں - کہ اگر ہندسہ ایک کے برابر دوسرا ایک لکھدیا جائے تو اُس کی طاقت دس گن بڑھ جاتی ہے - اگر تم ایک دھاگا لیکر توڑنا چاہو تو آسانی سے توڑ سکتے ہو - مگر سو دھاگوں کا ڈورا بناکر توڑو - تو کامیاب نہ ہوگے - اتفاق وہ خوبی ہے - کہ جس کی بدولت مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں +

نا اتفاقی تنزل و تباہی کا باعث ہے - اِس سے بڑے بڑے خاندان تباہ ہوگئے - عظیم الشان سلطنتیں خاک میں مل گئیں - تاریخ ایسی شہادتوں سے پُر ہے +

عزیز دل - اَن بن اچھی نہیں - سکول میں اپنی جماعت کے لڑکوں سے بھائیوں کی طرح سلوک کرو - گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ محبت اور پیار سے رہو - اور اپنے محلّے کے لوگوں سے میل ملاپ رکھو - تمہیں اُن دو بیلوں کی حکایت تو یاد ہوگی - جن پر ایک شیر نے حملہ کیا تھا - جب تک وہ دونو ملکر مقابلہ کرتے رہے - شیر غالب نہ آسکا آخر کار اُس نے حیلہ سے اُن میں جُدائی ڈالکر اُنہیں پھاڑ ڈالا +

تمثیل

ایک نیک شخص کے ہاں کئے بیٹے تھے - جو آپس میں لڑا بھڑا کرتے تھے - اُسے شب و روز یہی فکر دامنگیر تھا - کہ اِن کی زندگی کیونکر بسر ہوگی - ایک دن سب کو اپنے پاس بلایا - اور چند نازک چھڑیاں لیکر اُن کا مٹھا بنالیا - پھر اُن سے کہا - کیا تم میں سے کوئی اِسے توڑ سکتا ہے ؟ - سب نے باری باری اُس پر زور آزمائی کی - مگر توڑنا تو درکنار - کوئی اُسے جھکا بھی نہ سکا - پھر باپ نے مٹھا کھولکر ہر ایک کو ایک ایک چھڑی دی - اور کہا کہ اب توڑو - اُنھوں نے فوراً توڑ ڈالیں - تب باپ نے کہا - اے میرے پیارے بیٹو یہ تمثیل تمہارے حسبِ حال ہے - اگر تم چھڑیوں کی طرح یکجا رہو گے اور مِل جُل کر گذارہ کرو گے - تو کوئی تم پر غالب نہ آسکیگا - اگر نا اتفاقی سے الگ الگ ہو جاؤ گے - تو برباد ہو جاؤ گے +

رعایتِ حقوق

خدا نے انسان کو ہستی کا خلعت پہناکر دوسرے حیوانات کی طرح آزاد نہیں بنایا - بلکہ عقل کے زیور سے آراستہ کرکے اُسے مکلف ٹھیرایا - اور اُس کے لئے خاص خاص فرائض مقرر کئے - جنکی بجا آوری اُس معبود حقیقی کی رضامندی کا باعث ہے - یہ فرائض نظر بسہولت تین قسموں میں منقسم ہو سکتے ہیں - اپنی ذات کے حقوق - غیروں کے حقوق - خدا کے حقوق +

اپنی ذات کے حقوق

عزیزو! یہ جسم جو تم کو ملا ہے۔ اس کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ اس کی صحت کا خیال رکھو۔ کیونکہ صحت کے بغیر دین و آخرت کا کوئی کام بن نہیں آتا۔ خوراک و پوشاک بھی حتے المقدور اچھی رکھو۔ شراب و نشے کی چیزوں سے پرہیز کرو۔ کسی صورت میں چھ گھنٹے سے کم نہ سویا کرو۔ ایک نہ ایک وقت ورزش جسمانی بھی کیا کرو۔ رہبانیت ہرگز اختیار نہ کرو۔ کیونکہ اس میں جسم کی حق تلفی ہے۔

جسم کی ظاہری صحت کے ساتھ اس کی باطنی صحت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ ہمارا کوئی عضو ایسا نہیں۔ جس سے کسی نہ کسی طاعت و معصیت کا تعلق نہ ہو۔ اس لئے باطن کی صحت قائم رکھنے کے واسطے اپنے اعضا کو معاصی سے بچانا اور طاعت میں لگانا ہمارا فرض ہے۔

دل

دل کی اصلاح سب سے مقدم ہے۔ کیونکہ دل بدن میں بمنزلہ بادشاہ کے ہے۔ اور اعضا اس کی رعیت ہیں۔ اس لئے اگر دل تندرست ہو۔ تو سمجھئے کہ کل بدن تندرست ہے۔ اگر یہ بگڑا۔ تو سارا بدن بگڑا۔ اس کی اصلاح کا طریق یہ ہے۔ کہ اسے اوصافِ ذمیمہ سے پاک کیا جائے۔ اور اوصافِ حمیدہ سے آراستہ کیا جائے۔ ہم ذیل میں انکے بعض اوصاف کا ذکر کرتے ہیں۔

تکبّر و تواضع

اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنے کو کبر یا تکبّر کہتے ہیں۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ تکبّر کا اصلی باعث جہالت ہے۔ متکبّر کیسا جاہل ہے۔ کہ کبریائی میں جو کہ ذاتِ باری کا خاصہ ہے۔ شریک ہونا چاہتا ہے۔ تکبّر کا نتیجہ یہ ہوا کرتا ہے۔ کہ انسان شیطان کی طرح خدا کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرنے لگتا ہے۔ اگر کوئی اُسے وعظ و نصیحت کرے۔ تو وہ اُس کے سُننے سے نفرت کرتا ہے۔ متکبّر چونکہ اپنے آپ کو دنیا میں اوروں سے بڑا سمجھتا ہے۔ اِس لئے قیامت کے دن ہر طرح ذلیل و خوار کیا جائے گا +

بعض دفعہ اِنسان خیال کرتا ہے۔ کہ میں کبر سے پاک ہوں۔ حالانکہ کبر اُس میں موجود ہوتا ہے۔ اِس لئے کبر کی علامات کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ تاکہ ہر ایک شخص آسانی سے اُس کی شناخت کر سکے۔ اور دھوکے میں نہ رہے۔ وہ علامات یہ ہیں +

۱ وہ چاہے کہ لوگ میری تعظیم کے لئے اُٹھیں۔ یا میرے آگے کھڑے رہیں۔

۲ نہ چلے جب تک کہ کوئی دوسرا آدمی اُس کے پیچھے نہ ہو۔

۳ دوسرے کی ملاقات کے لئے نہ جائے۔ خواہ اِس کو اُس سے فائدہ بھی پہونچے۔

۴ اُسے اپنے ہم پایہ لوگوں میں سے کسی کے پیچھے چلنا یا کسی سے نیچے بیٹھنا گوارا نہ ہو۔ اگر ایسا اتفاق پڑ بھی جائے۔ تو اُس کے ساتھ چلنا یا بیٹھنا ہی ترک کر دے۔ یا چلے یا بیٹھے۔ تو اِس طرح کہ دونوں کے درمیان اور اشخاص

ہوں - جن میں سے ہر ایک کو یہ اُس سے ادنٰے جانتا ہو-
تاکہ یہ ظاہر ہو - کہ اِس نے تواضع کو اختیار کیا ہے - کیونکہ
اگر یہ اُس کے متصل مؤخر ہو - تو ہر ایک کو گمان ہوگا - کہ یہ اپنے
اُس ہمسر سے ادنٰے ہے -

۵ بیماروں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کرے -
۶ گھر میں کوئی کام اپنے ہاتھ سے نہ کرے -
۷ گھر کی کوئی چیز بازار سے خرید کر نہ لائے -
۸ لباس میں تواضع پسند نہ کرے - بلکہ اُس پر فخر کرے -
۹ غریب کی دعوت سے نفرت کرے - اور امیر کی دعوت کو خوشی سے قبول کرے -
۱۰ اپنے ہمسروں کے ساتھ مناظرے میں حق کو قبول نہ کرے اور اپنی خطا کا اقرار نہ کرے -

تکبر کا اصلی سبب تو جہالت ہے - مگر اُس کے ساتھ اسباب ذیل بھی ہوا کرتے ہیں - علم - عبادت - حسب و نسب - جمال - قوت مال - اولاد - منصب +

ان اسباب میں علم سب سے بڑا سبب ہے - جس کا علاج دشوار ہے - چونکہ لوگوں میں علم کی بڑی قدر و منزلت ہے - اِس لئے نفس امارہ عالم کو اکثر اِس رذیلت کی طرف کھینچتا ہے - اِس کا علاج ان دو امروں کا جاننا ہے -

اوّل - حقیقت میں عالم وہ ہے - کہ جس کی نیت نیک ہو - جو علم پر عمل کرے - اور دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے - ورنہ علم اُس کے لئے وبال ثابت ہوگا - اگر جاہل کوئی گناہ کرے - تو اُس کے لئے جہالت ایک عذر ہے - اگر عالم سے کوئی

گناہ سرزد ہو۔ تو جاہل کی نسبت اُس کی سزا سخت ہوگی۔ اگر وہ اپنے حالات و اعمال پر منصفانہ نظر ڈالے گا۔ تو اپنے آپ کو کسی نہ کسی امر میں ضرور قاصر پائے گا۔ اِس لئے علم کے سبب تکبّر کرنا محض جہالت ہے +

دوم - کبریائی خدا کی ذات سے خاص ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اگر کوئی عالم نقائص سے پاک تسلیم کیا جائے۔ تو اُس کے علم کا یہ ضروری ثمرہ ہے۔ کہ وہ خدا ترس ہو نہ کہ متکبّر +

عابد بعض دفعہ اپنی عبادت کے سبب فاسق پر تکبّر کرتا ہے۔ اِس کا علاج بھی دو امروں کا جاننا ہے۔

معرفتِ اوّل - عبادت وہی اچھی ہے۔ جس میں خلوص نیت اور تقوےٰ ہو۔ اور ریا وغیرہ اُمور سے جو عبادت کے باطل کرنے والے ہیں پاک ہو۔ لیکن اِس طرح کی عبادت ہم سے دشوار بلکہ متعذر ہے۔ اِس لئے عبادت کے سبب تکبر کرنا نادانی ہے +

معرفتِ دوم - خدا کے سوا کبریائی کسی کے لائق نہیں۔ اگر کوئی عابد تمام نقائص سے پاک تسلیم کیا جائے۔ تو اُس کی عبادت کا یہ ضروری نتیجہ ہے۔ کہ وہ متواضع ہو۔ نہ کہ متکبّر +

حسب و نسب کے سبب تکبّر کرنا بھی جہالت ہے۔ کیونکہ آبا و اجداد کا کمال کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل اور اور حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان کو دیکھئے۔ کہ اُن کو نسب نے کچھ فائدہ نہ دیا +

حسنِ صورت کے سبب تکبّر کرنا بھی بے وقوفی ہے۔ کیونکہ یہ فانی اور

سریع الزّوال ہے - چارپایوں کی طرح ظاہر پر نظر نہ ڈالو - بلکہ عقلمندوں کی طرح اپنے باطن کو دیکھو - ذرا سوچو توسہی - کہ تمہاری پیدائش کس چیز سے ہے - اور تمہارے پیٹ - ناک - کان اور انتڑیوں میں کیا بھرا پڑا ہے - پھر مرنے کے بعد تمہاری کیا حالت ہوگی +

قوّت جسمانی پر تکبّر کرنا بھی نادانی ہے - کیونکہ گدھے - بیل - اونٹ - گھوڑے اور ہاتھی میں سے ہر ایک اِنسان کی نسبت زیادہ طاقت رکھتا ہے - پس اُس وصف پر کیا فخر ہو سکتا ہے - جس میں چارپائے بھی اُس سے سبقت لیگئے ہیں - اِس کے علاوہ قوّت کو ثبات ہی کیا ہے - ایک دن کے بخار سے سب زائل ہو جاتی ہے - اِسی طرح مال اور اولاد و منصب کے سبب تکبّر نہ کرنا چاہئے - کیونکہ یہ سب سریع الزّوال ہیں - وہ شرف ہی کیا ہے - جس میں لاکھوں کروڑوں دوسرے بھی شریک ہوں - یا جسے کوئی چور یا ملک الموت یا حاکم ایک لحظے میں زائل کر دے +

عزیزو! تکبّر ہرگز نہ کرو - اگر کوئی تم پر تکبّر کرے - تو تم ہرگز اُسے بزرگ نہ سمجھو گے - اسی طرح اگر تم بھی تکبّر کرو گے - تو دوسرے تمہیں ایسا ہی سمجھیں گے - جیسا کہ تم متکبروں کو سمجھتے ہو - اگر تم بلند مرتبہ ہو - تو تمہیں دوسروں کو بچشم حقارت نہ دیکھنا چاہئے - اکثر دیکھنے میں آیا ہے - کہ بلند مرتبہ لوگوں کی جگہہ کم حیثیت والوں نے لی ہے - بالفرض اگر تم عیبوں سے پاک ہو - تو گنہگاروں کو حقارت سے نہ دیکھو - اگر خدا تعالیٰ بدکار کو بخشدے - تو اُسے کون منع کر سکتا ہے - اور اگر نکوکار کو عذاب دے - تو اُسے کون چھڑا سکتا ہے - نکوکار کو اپنی عبادت پر بھروسہ کرنا خطا ہے - اور

گنہگار کو خدا کی رحمت سے ناامید ہونا ناروا ہے۔ کیونکہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے ٭

تکبّر کی ضد تواضع ہے۔ اپنے آپ کو اپنے مرتبے سے ذرا کم سمجھنے کا نام تواضع ہے۔ قیاس اِس امر کا مقتضی ہے۔ کہ اپنے تئیں نہ تو اپنے مرتبے سے زیادہ سمجھا جائے نہ کم۔ مگر چونکہ نفس بالطبع بلندی کی طرف مائل ہے۔ اِس لئے احتیاط اِسی میں ہے۔ کہ اُسے اپنے مرتبے سے ذرا گرایا جائے۔ کیونکہ وہ اکثر اپنے مرتبے کو نہیں جانتا۔ اور بزرگی کی خواہش اور غفلت کے سبب اپنے تئیں اپنے مرتبے سے برتر سمجھتا ہے۔ تواضع بزرگوں کے اخلاق سے ہے۔ خدا کے ہاں تواضع پسندیدہ اور رفع درجات کا باعث ہے۔ جو لوگ متواضع ہوتے ہیں۔ وہ اکثر علما وصلحا و فقراء کی صحبت کو پسند کیا کرتے ہیں۔ اور روزی اپنے کسب سے کمانے۔ گھر کے کام کرنے۔ بازار سے ضروریات لانے۔ موٹے کپڑے پہننے۔ اور مساکین کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے عار نہیں کرتے ٭

حَسَد

اگر کوئی شخص یہ چاہے۔ کہ دوسرے سے وہ نعمتِ الٰہی زائل ہو جائے۔ جس میں اُس کی دینی یا دنیوی بہبودی ہے۔ یا یہ تمنّا کرے کہ وہ نعمت اُسکو نہ ملے۔ تو ایسی خواہش و تمنّا کو حسد کہتے ہیں۔ حسد کرنے والے کو حاسد اور جس پر حسد کیا جائے اُسے محسُود بولتے ہیں۔ حاسد خدا کا مخالف ہے۔ کیونکہ مشیّت ایزدی اِس امر کی مقتضی ہوئی۔ کہ

وہ نعمت اُس بندے کو حاصل ہو۔ مگر حاسد چاہتا ہے۔ کہ وہ اُس کو نہ ملے۔ یا اُس سے زائل ہو جائے۔ اگر زوالِ نعمت کا ارادہ نہ ہو۔ بلکہ یہ تمنّا ہو۔ کہ وہ نعمت مجھکو بھی مل جائے۔ تو اِسے رشک کہتے ہیں۔ رشک بُرا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ جس نعمت میں محسود کی بہبودی نہو۔ اُسکا زوال چاہنا بُرا نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی دولتمند اپنی دولت سے شراب نوشی یا کوئی اور گناہ کرے۔ تو یہ خواہش کہ وہ دولت اُس سے زائل ہو جائے۔ بُری بات نہیں۔ بلکہ سچ پوچھو۔ تو مقتضائے غیرت یہی ہے +

حسد کے نقصانات یہ ہیں :۔

۱ حاسد ہر وقت رنج وغم میں رہتا ہے۔ کیونکہ خدا کی نعمت ہردم کسی نہ کسی بندے پر نازل ہوتی رہتی ہے۔ جس سے یہ جلتا رہتا ہے۔

۲ اِس رنج وغم پر حاسد کو کوئی اجر نہیں ملتا۔ بلکہ گناہ اُس کے ساتھ ہے۔

۳ حسد کے سبب حاسد غیبت وکذب وغیرہ گناہوں کا بھی مرتکب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ محسود کے ستانے کے لئے وہ عموماً اُس کی غیبت کرتا ہے۔ اور اُس پر جھوٹے الزام لگاتا ہے۔

۵ حاسد سے خدا ناراض ہے۔

حسد کا علاج دو طرح سے ہوتا ہے۔ علمی اور عملی۔

علمی عِلاج یہ ہے۔ کہ جان لے۔ کہ حاسد کا دین و دنیا دونوں میں نقصان ہے۔ چنانچہ اوپر بیان ہوا۔ اور محسود دونوں جہان میں کامیاب ہے۔ دنیا میں وہ یوں کامیاب ہے۔ کہ نعمتِ الہٰی

کے علاوہ اُس کی یہ خواہش ہوسکتی ہے۔ کہ اُسکا دشمن ناکامیاب اور رنج وغم میں مبتلا رہے۔ سو اُس کا یہ مدعا خود ہی حاصل ہے۔ آخرت میں محسود کا فائدہ یوں ہے۔ کہ حاسد دنیا میں اُسے غیبت وبہتان وغیرہ سے ایذا دیتا رہتا ہے۔ اِس سبب سے محسود کے گناہ حاسد کے نامۂ اعمال میں اور حاسد کی نیکیاں محسود کے نامۂ اعمال میں درج ہوتی رہتی ہیں۔ اِس سے بڑھکر حاسد کو اور کیا نقصان ہوگا۔ کہ اُس کی نیکیاں بھی محسود کو مل جاتی ہیں۔ حاسد تو اپنا بھلا اور محسود کا بُرا کرنا چاہتا ہے۔ مگر معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ میں نے ایسا ظالم کوئی نہیں دیکھا۔ جو حاسد کی نسبت مظلوم سے زیادہ مشابہ ہو +

حسد کا عملی علاج یہ ہے۔ کہ محنت اور ریاضت سے اپنے باطن کو حسد کے اسباب سے پاک کرے۔ یہ علاج بمنزلۂ جلاب کے ہے۔ جس سے مادۂ حسد خارج ہوجاتا ہے۔ اسبابِ حسد اور اُن کے ازالہ کے طریقے ذیل میں درج ہیں:۔

اوّل۔ وضعداری۔ جب ایک شخص کو کوئی نعمت ملتی ہے۔ تو اُس کے ہمسر دوسرے کو ڈر ہوتا ہے۔ کہ مبادا وہ مجھ پر تکبر کرے چونکہ بپاس وضعداری یہ اُس کے تکبر کو برداشت نہیں کرسکتا اِس لئے اُس کا حاسد بنجاتا ہے۔ اِس کا مدعا دوسرے پر تکبر کرنا نہیں بلکہ اُس کے تکبر کو روکنا ہے۔ اِس کا علاج یہ ہے۔ کہ تواضع اختیار کرے۔

دوم۔ تکبر۔ جس شخص کی طبیعت میں دوسرے پر تکبر کرنا اور اُس سے خدمت لینا ہو۔ تو جس وقت دوسرے کو کوئی

نعمت سے ملے گی۔ اِسے یہ اندیشہ ہوگا کہ مبادا وہ میری خدمت و تکبّر کو آئندہ گوارا نہ کرے۔ اِس لئے یہ اُس نعمت کا زوال چاہے گا۔ اِس کا علاج بھی تواضع ہے +

سوم۔ حُبّ جاہ۔ چنانچہ جو شخص کسی فن میں بے نظیر ہونا چاہے اور حُبّ ثنا اُس پر غالب ہو۔ وہ جب دنیا میں کسی کو اپنا مثل سُنے گا۔ تو ناخوش ہوگا۔ اور اُس نعمت کا زوال چاہے گا۔ جس کے سبب وہ اِس کے مرتبے میں شریک ہے۔ اِس کا عِلاج زہد ہے +

چہارم۔ حقد۔ جو شخص دوسرے سے کسی خاص سبب سے بغض رکھتا ہے وہ اُس کا بدخواہ و حاسد بن جاتا ہے۔ چونکہ حقد کا سبب غضب ہوتا ہے۔ اِس لئے اُس کا ازالہ حلم سے ہو سکتا ہے +

پنجم۔ خباثت وبخل نفس۔ دنیا میں بعض لوگ ایسے ہیں۔ کہ اگرچہ اُنہیں ریاست و تکبّر و حُبّ جاہ سے سروکار نہیں۔ مگر جب اُن سے کسی کے اقبال کا ذکر کیا جائے۔ تو اُن پر ناگوار گذرتا ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ دوسروں کے بدخواہ رہتے ہیں۔ اور یہ نہیں چاہتے۔ کہ کسی کو کوئی نعمت ملے۔ اِس قسم کے حسد کا علاج بہت مشکل ہے۔ کیونکہ جبلّی ہوتا ہے۔ مگر حسد کے نقصانات کو مدنظر رکھنے اور خیر خواہی کو دیر تک عمل میں لانے سے اِس کا ازالہ ممکن ہے +

جن لوگوں کا مقصد ایک ہوتا ہے۔ اُن میں اکثر حسد پایا جاتا ہے چنانچہ ایک اُستاد کے شاگرد۔ ایک پیر کے مرید۔ ایک شہر کے واعظ۔ ایک منصب کے طالب۔ ایک باپ کے بیٹے۔ اور ایک

بادشاہ کے ندیم - عموماً ایک دوسرے کے حاسد ہوتے ہیں -
سروالٹر سکاٹ خود اپنی نسبت یہ قصہ بیان کرتا ہے - مدرسے میں میری جماعت میں ایک لڑکا تھا - جو ہمیشہ اول نمبر رہا کرتا تھا اور میں باوجود اپنی تمام کوشش کے اُس کا نمبر نہ لے سکتا تھا - بہت دن گزر گئے - اور باوجود میری محنت کے وہ لڑکا اپنی ہی نمبر پر رہا - یہاں تک کہ آخر کار میں نے دیکھا - کہ جب اُس سے سوال کیا جاتا ہے - تو وہ ہمیشہ اپنی واسکٹ کے حصۂ زیرین میں ایک خاص بٹن کو اپنی انگلیوں سے ٹٹولتا ہے - اِس لئے مجھے مصلحت اِس میں نظر آئی کہ اُس بٹن کو اُڑا لیا جائے - چنانچہ ایک بُرے لمحے میں وہ چاقو سے کاٹ لیا گیا - مجھے اپنی تدبیر کی کامیابی دیکھنے کی بڑی فکر تھی - اور وہ بخوبی کارگر ہوئی جب اُس لڑکے سے پھر سوال کیا گیا - تو اُس نے انگلیوں سے اُسی بٹن کو ٹٹولا - مگر وہ نہ ملا - اِس مصیبت میں اُس نے دیکھ بھال کی - مگر نظر بھی نہ آیا - وہ حیران و پریشان کھڑا رہا - اور میں نے اُس کا نمبر لے لیا - وہ پھر کبھی اپنا نمبر نہ لے سکا - اور نہ مجھے یقین ہے کہ اُسے کبھی شبہ تک بھی ہوا ہو کہ فلاں شخص میری ضرر رسانی کا باعث تھا - اِس کے بعد جب کبھی مجھے زندگی میں اُس کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہے اُس کو دیکھ کر اکثر نادم ہوا ہوں - اور میں نے بارہا اُس کے نقصان کی کچھ تلافی کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہے - مگر اس نیک ارادے کا اثر قوت سے فعل میں نہ آیا۔"

عزیزو! کبھی کسی پر حسد نہ کرو - بلکہ جہانتک ہو سکے - دوسروں کی خیر خواہی کرو - کیونکہ جو شخص دوسرے کا بُرا چاہتا ہے - وہ

حقیقت میں اپنا بُرا چاہتا ہے ۔

حسد کا بُرا نتیجہ

ایک پارسا کسی پادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر بار بار یہ کہا کرتا تھا۔ کہ نیکوں کے ساتھ نیکی کر۔ بدوں کو اُن کی بدی کافی ہے"۔ پادشاہ کو یہ صدا بہت پسند آتی تھی۔ ایک حاسد نے کہدیا۔ کہ حضور یہ شخص آپ کو گندہ دہن کہتا ہے۔ پادشاہ نے پوچھا کہ اِس کی دلیل کیا ہے۔ حاسد نے جواب دیا۔ کہ جہاں پناہ اُس کو اپنے پاس بُلا کر دیکھیں۔ وہ اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھ لے گا۔ پھر حاسد نے پارسا کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ جس میں لہسن کثرت سے پڑا ہوا تھا۔ اور کہا کہ پادشاہ کو لہسن کی بُو نہایت ناپسند ہے اس کا خیال رکھنا۔ اتفاقاً پادشاہ نے اُسی وقت پارسا کو بُلا بھیجا۔ جب وہ پادشاہ کے قریب پُہنچا۔ تو اِس خیال سے کہ پادشاہ کو لہسن کی بُو سے تکلیف نہ پہنچے۔ اپنا ہاتھ مُنہ پر رکھ لیا۔ پادشاہ کو یقین آگیا۔ کہ حاسد نے سچ کہا ہے۔ آپ نے ایک عامل کے نام خط لکھا۔ جس کا یہ مضمون تھا۔ کہ اِس خط لانے والے کا سر کاٹ دو۔ اور اُس کی کھال میں بُھس بھر کر میرے پاس بھیجدو۔ خط پر اپنی مُہر لگا کر پارسا کو دیا۔ کہ فلاں جگہ بیچا۔ پارسا خط لیکر نِکلا ہی تھا۔ کہ وہی حاسد مِلا۔ پوچھا۔ کہاں جاتے ہو۔ جواب دیا کہ فرمان شاہی لیکر جاتا ہوں۔ حاسد کو پادشاہ کی یہ عادت معلوم تھی۔ کہ وہ اپنے دستِ مبارک سے بجز انعام وخلعت اور کچھ نہ لکھتا۔ اِس لئے وہ سمجھا کہ انعام کا فرمان ہے

کہا - لاہیں لے جاتا ہوں - پارسا نے اُسے دیدیا - جب حاسد خط لیکر عامل کے پاس پہنچا - عامل نے پڑھتے ہی اُس کے قتل کا حکم دیا - حاسد ہرچند رویا پیٹا - کہ یہ حکم میرے واسطے نہیں - دوسرے شخص کے لئے ہے - آپ بادشاہ سے پھر دریافت کر لیں - عامل نے کہا - کہ بادشاہ کا حکم صاف ہے - دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہیں - اور اُسے قتل کروا ڈالا - دوسرے روز پارسا نے بادشاہ کے سامنے جاکر حسبِ عادت صدا کی - بادشاہ نے متعجب ہوکر پارسا سے پوچھا - کہ تو نے وہ خط کیا کیا - اُس نے جواب دیا - کہ فلاں آدمی نے مجھ سے مانگا - میں نے اُسے دے دیا - بادشاہ نے کہا کہ وہ مجھ سے کہتا تھا - کہ تو مجھے گندہ دہن بتاتا ہے - پارسا بولا - کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا ہے - بادشاہ نے پوچھا - کہ پھر تو نے اُس روز اپنے مُنہ پر ہاتھ کیوں رکھا تھا - پارسا نے جواب دیا - کہ اُس نے مجھے لہسن ملا ہوا کھانا کھلایا تھا - میں نے اِس خیال سے اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھا تھا - کہ بادشاہ سلامت کو میرے مُنہ سے لہسن کی بُو نہ آئے - بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا - اور اُسے اِنعام دیا - اور کہا کہ ہمیشہ یہی کہا کر - کہ "نیکوں سے نیکی کر - بدکردار کو اُس کا فعل ہی کافی ہے"

تہوّر و حلم

جب تم کسی کو گالی دیتے دیکھتے ہو - تو اُس پر خفا ہوتے ہو - اِس قسم کا غصہ بُرا نہیں بلکہ ضروری ہے - ہاں غضب کی افراط و تفریط دونو بُری ہیں - اگر بُرے فعل کو دیکھ کر کوئی شخص

سکوت اختیار کرے۔ تو یہ بُزدلی ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بے غیرت بن جاتا ہے۔

غصّے کی افراط کو تہوّر کہتے ہیں۔ تہوّر کا ثمرہ بدمزاجی و تندی ہے تہوّر بُزدلی سے بدتر ہے۔ کیونکہ بزدلی کا ضرر تو اپنی ذات تک محدود ہے۔ مگر تہوّر کا ضرر دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ تہوّر بڑا سخت مرض ہے۔ جس کے اِزالہ کے لئے بڑے مجاہدے اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اِس کا علاج دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک تو علمی اور دوسرا عملی۔

تہوّر کا علمی علاج یہ ہے۔ کہ شدّتِ غضب کے وقت اُس کے نقصانات اور غصہ ہضم کر جانے کے فوائد پر غور کرے۔ تہوّر کے نقصان چار ہیں:۔

اوّل طاعتوں کا فاسد ہوجانا۔ غصے کی افراط میں اکثر خلافِ شریعت کلمات صادر ہوتے ہیں۔ جن کے سبب پہلی طاعتیں کلیۃً یا جزئیۃً ساقط ہو جاتی ہیں۔ خدانخواستہ اگر کوئی کلمۂ کفر زبان سے نکل جائے۔ تو ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

دوم غضب اِلٰہی کا خوف۔ اگر اِنسان دوسرے پر شدت غضب کو کام میں لائے۔ تو سمجھ لے کہ قیامت کے دن وہ بھی خدا کے غضب سے امن میں نہ ہوگا۔

سوم عداوت کا پیدا ہونا۔ شدّتِ غضب سے دوسرا شخص دشمن بن جاتا ہے۔ اور ہر دم اِسی کوشش میں رہتا ہے۔ کہ کسی طرح صاحبِ غضب کی عزّت و آبرو میں فرق آئے۔

چہارم - شکل کا بگڑنا - غصے کی افراط میں خون کے جوش کے سبب چہرہ سرخ ہو جاتا ہے - گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں - تمام بدن میں بیقراری پیدا ہو جاتی ہے - اور انسان کاٹنے والے کتے کے مشابہ بن جاتا ہے ✣

جو شخص غصے کو ہضم کر جائے - خدا اُس سے راضی ہوتا ہے - اُس پر اپنی رحمت بھیجتا ہے - اُسے مصیبت اور بلا سے بچاتا ہے - قیامت کو اس کا بڑا اجر دے گا - اور اپنا عذاب اُس سے دُور رکھے گا ✣

تہوّر کا عملی علاج اُس کے اسباب کے ازالہ سے ہوتا ہے - اور وہ یہ ہیں :- تکبّر - تمسخر - غیبت - گالی - مارپیٹ - خیانت وعدہ خلافی - حق چھین لینا - عہد توڑنا - آنئے غصے کے فرو کرنے کا آسان علاج یہ ہے - کہ اپنے ہاتھ مُنہ اور پاؤں دھوئے - یا کھڑا ہو تو بیٹھ جائے - اگر بیٹھنے سے بھی فرو نہ ہو تو لیٹ جائے - یا خدا سے یوں دعا مانگے - "الٰہی میرا گناہ معاف کر - اور میرے دل کے غضب کو دور کر - اور شیطان سے مجھے پناہ دے" تہوّر کی ضد حلم ہے - حلم وہ ملکہ ہے - کہ جس سے دل کو اسبابِ غضب کے وقت اطمینان و تسکین حاصل رہے - آنئے غصے کو ہضم کر جانا تحلّم کہلاتا ہے - حلم تحلّم سے افضل ہے - کیونکہ حلم میں تو غصہ پایا ہی نہیں جاتا - تمام انبیا و اولیا حلم سے بہرہ ور رہے ہیں - اسی سے اونہوں نے غصے کی تیزی کو شکست دی ہے - بادشاہوں اور حاکموں کو اس کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگ با اختیار ہوتے ہیں - اگر زیردستوں کے ذرا ذرا قول و فعل پر ناراض ہوں - تو وہ بیچارے برباد ہو جائیں ✣

نوشیروان نے حکیم بوزرجمہر سے پوچھا - کہ حلم کسے کہتے ہیں؟

اُس نے جواب دیا۔ کہ حلم اخلاق کے دسترخوان کا نمک ہے۔ لطف یہ کہ اگر حلم کے حروف کو اُلٹ دیں تو ملح بن جاتا ہے جس کے معنے عربی میں نمک کے ہیں۔ جیسے نمک کے بغیر کھانا مزیدار نہیں ہوتا۔ اُسی طرح حلم کے بغیر کوئی خلق اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ پھر نوشیروان نے پوچھا کہ حلیم کی علامت کیا ہے۔ بوذرجمہر نے جواب دیا۔ کہ حلیم کے تین نشان ہیں۔ اول یہ کہ جب کوئی ترش رو اُس سے کڑوی بات کہے۔ تو وہ اُس کے مقابلے میں شیریں جواب دے۔ اگر فعل سے بھی تکلیف دے۔ تو اُس کے عوض میں احسان کرے۔ دوسرے یہ کہ جب غصے کی آگ شعلہ زن ہو تو چپ ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص حقیقت میں سزا کا مستحق ہو تو اُس کی طرف سے غصے کو فرو کردے۔ عزیزو! حلم اختیار کرو۔ تم دیکھتے ہو۔ ہم سب کا مالک کیسا حلیم ہے۔ اگر اُس کا حلم نہ ہو۔ تو ہم جیسے گنہگاروں کا کہاں ٹھکانا ہے +

توکّل

جب تمہیں کوئی امتحان دینا ہوتا ہے۔ تو تم بڑی محنت کیا کرتے ہو۔ یہ عادت تم میں بہت اچھی ہے۔ مگر اتنا یاد رکھو۔ کہ تمہاری کوشش کا ثمرہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اِس واسطے اپنی محنت کے نتیجے کو خدا پر چھوڑ دیا کرو۔ اِسی کا نام توکل ہے۔ جو شخص توکل کرتا ہے۔ عنایت ایزدی سے اُس کے تمام کام دلخواہ انجام پاتے ہیں۔ مگر جو فقط اپنی محنت پر اِعتماد کرتا ہے۔ وہ ناکامیاب رہتا ہے +

دنیا عالم اسباب ہے - خدا کی ہم پر بڑی عنایت ہے - کہ اُس نے ہر امر کے اسباب پیدا کر دئیے ہیں - جس امر کو ہم حاصل کرنا چاہیں - اُس کے اسباب کو مہیا کرنا ہمارا فرض ہے - یہ ایک غلط خیال ہے - کہ کسب اور توکل میں منافات ہے - کسب کا تعلق اعضائے ظاہری سے ہے - مگر توکل کا تعلق دل سے ہے - اِس لئے ہاتھ پاؤں سے کوشش کرو - اور دل سے خدا کی عنایت پر اعتماد کرو - کہ وہ تمہاری کوشش پر اثر مقتضی مترتب کرے - تم دیکھتے ہو - کہ پرندے صبح کو جب بھوکے ہوتے ہیں - تو گھونسلوں ہی میں نہیں پڑے رہتے - بلکہ دانے کی تلاش میں دُور دُور نکل جاتے ہیں - اور شام کو خدا کے فضل سے پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں - اگر ہم تمام کام چھوڑ کر گھر میں بیٹھے رہیں - اور یہ توقع رکھیں کہ ہمارے مُنہ میں غیب سے لقمہ آپڑے گا - تو یہ توکل نہیں - بلکہ کمال نادانی ہے +

صبر

خدا نے ہم پر بے شمار عنایتیں کی ہیں - اگر اُس کی طرف سے کوئی مصیبت و بلا آئے - تو مناسب نہیں - کہ اُس کا شکوہ کریں - یا بیقراری ظاہر کریں - اِسی کا نام صبر ہے - صبر کرنے والوں کو خدا بڑا اجر دے گا +

عزیزو! - ہم دنیا دار بلا کی کیا حقیقت جانیں - عاشقانِ الٰہی سے پوچھنا چاہئے - وہ تو بلا میں خوش رہتے ہیں - اور اُسے خدا کا لطفِ خفی جانتے ہیں - کسی نے حضرت جنید بغدادی سے دریافت کیا کہ آپ ایسی دوڑ دھوپ میں کیوں

رہتے ہیں ۔ فرمایا کہ جب میں خدا سے بلا طلب کرتا ہوں ۔ تو وہاں سے جواب ملتا ہے ۔ کہ ابھی تو ہماری بلا کے قابل نہیں ہے ۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے تو عذاب کا مادہ ہی عذوبت بیان کیا ہے ۔ حقیقت میں اِن لوگوں کو عذاب میں عجب حلاوت نصیب ہوتی ہے ۔ بلکہ بعض اسرار تو ایسے ہیں ۔ کہ اُن کا اِنکشاف بلا ہی کی حالت میں ہوتا ہے ۔ بہر حال اُس منعم حقیقی کی طرف سے جو کچھ ہم پر نازل ہو ۔ اُسے بُرا نہ کہنا چاہئے بلکہ سر تسلیم خم کر دینا چاہئے +

کنجوسی اور فضول خرچی

کنجوسی وہ ملکہ ہے ۔ جو اِنسان کو مال خرچ کرنے سے روکتا ہے ۔ جہاں مذہب یا مروت کی رو سے خرچ کرنا واجب ہو +

فضول خرچی وہ ملکہ ہے ۔ کہ جس سے اِنسان ایسی جگہ مال خرچ کرے ۔ جہاں مذہب یا مروت کی رو سے جائز نہ ہو +

کنجوسی بُری شے ہے ۔ کنجوس دن رات جمع کرنے کی فکر ہی میں رہتا ہے ۔ اور مال سے نہ خود فائدہ اُٹھاتا ہے ۔ اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے ۔ دنیا میں بخیل کی کوئی عزت نہیں کرتا ۔ بلکہ اُس کی بیوی اور بال بچے بھی تنگ آکر اُس کی موت کی دعا کرتے ہیں ۔ چونکہ وہ مال کے متعلق حقوق کو ادا نہیں کرتا ۔ اِس لئے عاقبت میں بھی ذلیل ہی ہوگا +

کنجوسی کا سبب مال کی محبت ہے ۔ حُبِّ مال کے اسباب اور اُن کا علاج بدیں تفصیل ہے ۔

اول ۔ اولاد کی محبت ۔ اِس کا علاج یہ ہے ۔ کہ اِنسان

سوچے - کہ ہر ایک بندے کے ساتھ خدا نے اُس کا رزق پیدا کیا ہے - کئی لڑکے ایسے ہیں - کہ جن کے باپ کا ترکہ کچھ نہ تھا - مگر اُن کا حال دوسروں سے اچھا ہے - کہ جن کے باپ بہت سی جائداد چھوڑ مرے - اگر اولاد نیک ہو - تو خدا اُن کے لئے کافی ہے - اگر بدکار ہو - تو اُس مال سے کئی قسم کے گناہ کریں گے - جن کی بازپرس باپ سے بھی ہوگی - بشرطیکہ اُسے اُن کی بدکاری معلوم ہو - یا اُن کی بدکاری کا ظن ہو +

دوم - مال کی خوشی - بعض لوگ خصوصاً بوڑھے ایسے ہوا کرتے ہیں - کہ وہ اپنے مال کو فقط دیکھ کر خوش ہوتے ہیں - اور اُسے اپنی خوراک و پوشاک میں بھی خرچ کرنا گوارا نہیں کرتے - یہ بڑا سخت مرض ہے - اِس کا علاج یہ ہے - کہ وہ بخیلوں کی بدحالی و بدنامی اور سخیوں کی خوشحالی و نیکنامی کو مدنظر رکھیں - اور بہ تکلف مناسب خرچ کرنا شروع کریں - یہاں تک کہ آہستہ آہستہ کنجوسی کا مرض جاتا رہے +

سوم - دنیا کی لذتوں کی محبت - اِس کا علاج یہ ہے - کہ زہد اختیار کرے - اور اپنی ناپائداری اور آخرت پر نظر ڈالے +

کنجوسی کی طرح فضول خرچی بھی بری ہے - مال اللہ کی نعمت اور آخرت کی کھیتی ہے - کیونکہ معاد و معاش کا انتظام اسی سے ہوتا ہے - سعادتِ دارین کا ذریعہ یہی ہے - بدن جو آلۂ طاعت ہے اُس کی غذا اور لباس اور مسکن اِسی سے حاصل ہوتا ہے -

اِسی کی بدولت انسان سوال کی ذلّت سے بچتا ہے۔ سخیوں کا درجہ اِسی سے حاصل ہوتا ہے۔ اِسی سے صلۂ رحم ہو سکتا ہے۔ غریبوں اور محتاجوں کی حاجتیں اِسی سے پُوری ہوتی ہیں۔ نفع عام کے کام مثلاً عبادتگاہیں۔ مدرسے۔ کنوئیں۔ مہمانسرائے اور پُل اِسی سے بنتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے کارخانے اِسی سے چلتے ہیں۔ اور بعض بڑے عہدے اِسی کی بدولت ملتے ہیں۔ اِس لئے مال کو دینی یا جائز دنیوی فائدے کے بغیر ضائع کرنا نعمت کی ناشکری ہے۔ جس کا انجام عذاب الٰہی اور زوالِ نعمت ہے ✣

فضول خرچی کئی طرح سے ہوتی ہے۔ ہندوستان کے لوگ ننگ و ناموس کی خاطر اکثر مرگ و شادی کے موقعوں پر حیثیت سے بڑھکر کام کرتے ہیں۔ اگر پاس نہ ہو۔ تو دوسروں سے سود پر قرض لیکر ناچ رنگ وغیرہ میں اُڑا دیتے ہیں۔ قرض تو درکنار اُس کا سود بھی اُن سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مکان ہو تو نیلام ہو جاتا ہے۔ اور زمین ہو تو رہن یا بیع ہو جاتی ہے۔ اور جائداد منقولہ جو ہو وہ قرق ہو جاتی ہے۔ اِس وقت اُن سے پوچھنا چاہئے۔ کہ وہ ننگ و ناموس کہاں ہے۔ عمارت میں بھی بہت لوگ فضول خرچی کر جاتے ہیں۔ دوسروں کے چار منزلے مکان دیکھ کر اُن کے دل میں برابری کی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ آخر عمارت اُنہیں غارت کر دیتی ہے۔ بعض دولتمند شراب و کباب وغیرہ ہی میں برباد ہو جاتے ہیں۔ اِس سے یہ نہ سمجھنا کہ گناہ میں ہزاروں روپے خرچ کرنا ہی فضول خرچی ہے۔ نہیں بلکہ گناہ میں تو ایک

کوڑی بھی خرچ کرنا فضول خرچی میں داخل ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ آیا صدقے میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے؟ کسی نے حاتم سے کہا۔ کہ اسراف میں نیکی نہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ نیکی میں اسراف نہیں۔ اِس سے بعض لوگوں نے خیال کیا ہے۔ کہ صدقے میں کسی حالت میں فضول خرچی نہیں۔ اُن کا یہ خیال عموماً درست ہے۔ مگر بعض صورتیں ایسی بھی ہیں۔ کہ جن میں صدقے میں بھی فضول خرچی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص مقروض ہو۔ اور وہ اپنا کل مال خیرات کر دے۔ تو یہ فضول خرچی ہے۔ اُسے چاہیئے کہ پہلے قرض ادا کرے۔ یا اتنی خیرات کرے۔ کہ قرض ادا کرنے کے لئے اُس کے پاس باقی بچا رہے۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص اپنا تمام مال راہِ خدا میں دیدے۔ اور اہل و عیال کے لئے کچھ نہ چھوڑے۔ اور وہ صبر بھی نہ کر سکتے ہوں۔ تو یہ فضول خرچی ہے۔ جس شخص کے ہاں اہل و عیال نہ ہوں۔ اگر وہ اپنا تمام مال صدقہ کر دے۔ اور اُسے اپنے نفس پر بحالتِ اضطرار صبر کا اعتماد نہ ہو۔ تو یہ بھی فضول خرچی ہے۔ مال کے مصارف کی ترتیب یہ ہونی چاہیئے۔ اول اپنی ذات۔ پھر اہل و عیال۔ پھر رشتے دار۔ پھر فقرا۔ اگر کوئی شخص پہلے فقرا کو دے۔ حالانکہ خود اُسے یا اُس کے اہل و عیال یا رشتہ داروں کو اُس کی ضرورت ہو۔ اور صبر کرنے کی بھی طاقت نہ ہو۔ تو یہ بھی فضول خرچی میں داخل ہے +

فضول خرچی کا علاج دو طرح سے ہوتا ہے۔ علمی اور عملی +
علمی علاج تو یہ ہے۔ کہ فضول خرچی کے نقصانات پر جو اوپر بیان ہوئے۔ نظر ڈالے +

علمی علاج اسباب کی شناخت پر موقوف ہے۔ اس لئے فضول خرچی کے اسباب اور اُن کے ازالے کے طریقے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

اوّل ۔ کم عقلی ۔ کم عقلی عموماً جبلی ہوتی ہے۔ مگر اُس کے ساتھ اور اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ جن سے فضول خرچی کو تقویت پہونچتی ہے۔ دولتمندوں اور امیروں۔ منصبداروں اور مشائخ کی لڑکے اکثر ایسے کم عقل ہوتے ہیں۔ کہ اونہیں مال کا ٹھیک استعمال نہیں آتا۔ باپ کی آنکھیں بند ہوتے ہی تمام مال مفت ہاتھ لگ جاتا ہے۔ آنکھیں بند کرکے بیدردی سے خرچ کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اُن کے ہم صحبت یار بھی فضول خرچی ہی کی ترغیب دیتے ہیں۔ مفت خورے اور خوشامدی بھی گِدوں کی طرح آموجود ہوتے ہیں۔ اور چند ہی روز میں تمام جائداد کا صفایا کرکے کافور ہو جاتے ہیں۔ ایسے کم عقل کا علاج بہت دشوار ہے۔ اُسے بدکاروں اور خوشامدیوں کی صحبت سے روکا جائے۔ داناؤں کی صحبت اُس پر لازم کردی جائے۔ فضول خرچی کی خرابیاں ہر وقت اُس کے گوش گزار ہوتی رہیں۔ اگر قرینِ مصلحت ہو۔ تو عتاب وعِقاب سے بھی کام لیا جائے۔

دوم ۔ نادانی ۔ بعض لوگ فضول خرچی اور سخاوت میں تمیز نہیں کرسکتے۔ اِس لئے وہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ اور اُسے سخاوت سمجھتے ہیں۔ اِس کا علاج تعلیم ہے۔

سوم - ریاکاری - بعض لوگ دوسروں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی غرض صرف یہ ہوتی ہے۔ کہ لوگ اُن کی تعریف کریں۔ مگر یہ معلوم رہے۔ کہ ریاکاروں کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ناراض ہو کر اُنہیں حکم دے گا۔ کہ تم اپنے اعمال کا اجر لینے کے لئے اُن لوگوں کے پاس جاؤ۔ جن کے لئے تم نے وہ عمل کئے تھے۔ ریا کا علاج یہ ہے۔ کہ اُس کی قباحتوں پر نظر ڈالے۔ اور اخلاص اختیار کرے۔

چہارم - سُستی - بعض دولتمند ایسے سُست ہو جاتے ہیں۔ کہ اپنے مال کی بھی خبرگیری نہیں کرتے۔ اگر بیجا خرچ ہو رہا ہو۔ تو اُنہیں کچھ پروا نہیں۔ اِس کا علمی علاج یہ ہے۔ کہ سوچے کہ خدا نے ہمیں کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایک جگہ پڑے رہنا جمادات کا خاصہ ہے۔ عملی علاج یہ ہے۔ کہ سُست آدمیوں کی صحبت سے پرہیز کیا جائے۔ اور محنتیوں کی صحبت لازم کر دی جائے۔

پنجم - اخلاقی یا مذہبی کمزوری - بعض لوگ مجلسوں میں دوسروں کو گناہ میں روپیہ خرچ کرتے دیکھ کر آپ بھی شرم کے مارے اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ عزیزو! ذرا سوچو بندوں سے شرم کیا۔ خدا سے حیا چاہئے۔ اور اُن لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔ جو اخلاق و مذہب میں ثابت قدم ہوں۔

فضول خرچی اور کنجوسی کے بین وسط میں فضیلتِ سخاوت واقع

ہے - سخاوت وہ خوبی ہے - کہ جس میں دین و دنیا کی سعادت ہے
دین کی سعادت تو ظاہر ہے - کہ ایک پیسہ خرچ کرے - تو عاقبت
میں دس لے - دنیا کی سعادت یوں ہے - کہ سخاوت سے دوسروں
کے دل ہاتھ میں آجاتے ہیں - اس لئے سخی کے دنیوی مقاصد
آسانی سے پورے ہوجاتے ہیں - ایک حکیم سے پوچھا گیا - کہ وہ
کونسا عیب ہے - کہ جس سے تمام ہنر پوشیدہ ہوجاتے ہیں -
اس نے جواب دیا - بخل - پھر پوچھا گیا - کہ وہ کونسا ہنر ہے - کہ
جس سے تمام عیب چھپ جاتے ہیں - فرمایا - سخاوت +

اعضائے ظاہری

زبان - آنکھ - کان - ہاتھ - پاؤں وغیرہ اعضائے ظاہری کہلاتے
ہیں - ان کا عطیہ بھی خدا کی ایک بڑی نعمت ہے - اس لئے ان
کو گناہ میں لگانا ناشکری میں داخل ہے +
اعضائے ظاہری میں سے زبان کا استعمال سب سے زیادہ آسان
ہے - اسی سبب سے اس کی سرکشی بھی زیادہ ہے - زبان کا زخم
تیروں کے زخم سے بھی سخت ہوتا ہے - اس لئے ہمیں چاہئے -
کہ زبان کی باگ ڈھیلی نہ چھوڑیں - اور فحش - تمسخر - جھوٹ -
غیبت - بہتان وغیرہ سے بچائیں +

بدزبانی

یہ خرابی اس ملک میں بکثرت ہے - گھر ہو - یا بازار جہاں دیکھو
موجود ہے - اس میں عورتیں مردوں سے بھی بڑھی ہوئی ہیں
محلے یا گاؤں میں کوئی دن ایسا نہ ہوگا - کہ عورتیں ایک دوسری

کو گالی گلوچ نہ کرتی ہوں +

بدزبانی کا نشانہ فقط اِنسان ہی نہیں۔ بلکہ بے زبان حیوانات کو بھی جاہل گاڑی بان۔ یکّے والے۔ زمیندار وغیرہ وہ بے نقط سُناتے ہیں۔ کہ شیطان بھی پناہ مانگے۔ بہت سی گالیاں تو ایسی دیتے ہیں۔ کہ اُن کا مِصداق وہ خود ہی ہوتے ہیں۔ کاش وہ اپنی زبان کو لگام دیکر رکھیں +

بدزبانی وہ بُری شے ہے۔ کہ اِس سے یارانِ قدیم ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ مذاق میں اِس کو جائز خیال کرتے ہیں۔ مگر یہ اُن کی سخت غلطی ہے۔ گالی کہیں جائز نہیں کیونکہ اِس کا نتیجہ ہمیشہ دشمنی ہونا ہے +

بدزبانی کا علاج دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک عِلمی اور دوسرا عملی۔ علمی علاج تو یہ ہے۔ کہ اِنسان سمجھے کہ گالی دینے سے خدا نے منع فرمایا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں۔ جو اِسکی اجازت دیتا ہو۔ گالی دینے والا دو گناہ کرتا ہے۔ ایک تو گالی دینا جس کا خراب اثر خود اُس کے اخلاق پر پڑتا ہے۔ اور دوسرا غیر کو گالی سکھانا۔ کیونکہ جب دوسروں کو گالی دی جائے۔ وہ بھی اِس کے عوض میں گالی دیں گے +

عملی علاج یہ ہے۔ کہ بچپن ہی سے اِس خرابی کو روکا جائے۔ والدین بچے کے سامنے کبھی بدزبانی کو کام میں نہ لائیں۔ اور اُسے شریر بدزبانوں کی صحبت سے بچائیں۔ مدرسے میں اُستاد بھی اِس سے روکیں۔ اگر اِس طرح عمل کیا جائے۔ تو بچہ عمر بھر کے لئے بدزبانی سے محفوظ رہے گا +

ہمارے ملک میں بدزبانی کی کثرت کا باعث یہ ہے۔ کہ بچوں کی

تربیت اچھی نہیں ہوتی - اگر بچہ والدین کے سامنے کسی کو گالی دے - تو وہ اُسے روکتے نہیں - بلکہ روکنے کو خلاف مقتضائے محبت سمجھتے ہیں - اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بچہ اپنی ماں کو بھی گالیاں دے دیتا ہے - مگر وہ اِس پر فقط ہنس دیتی ہے - اگر اُسے بچے کی نسبت کچھ کہا جائے - تو کہہ دیتی ہے - کہ بڑا ہوکر خود درست ہوجائے گا - افسوس وہ نہیں جانتی - کہ جوں جوں بچہ بڑا ہوگا - یہ بُری عادت بھی زور پکڑتی جائے گی - پھر اِس کا دُور کرنا نہایت مشکل ہوگا - کاش یہاں کی عورتیں اِن باتوں پر غور کریں +

عزیزوں کے حقوق

حقوقِ والدین

خدا کی نعمتوں سے دوسرے درجے پر ماں باپ کی نعمت ہے - باپ بیٹے کے وجود کا سبب - اُس کی تربیت کا وسیلہ اور کمالات کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے - وہ اُس کے لئے طرح طرح کی مشقتوں سے دنیوی اسباب جمع کرتا ہے - بلکہ اُسے اپنی ذات پر مقدم سمجھتا ہے - خود خواہ فاقہ کشی کرے - مگر بیٹے کو آسائش میں رکھتا ہے - ماں بیٹے کے وجود میں باپ کی شریک ہوتی ہے پہلی خوراک جو بچے کی زندگی کا باعث ہوتی ہے - وہ ماں ہی کا خون ہے - بیچاری مدت دراز تک اُس کی تربیت وحفاظت کرتی ہے - اور فرط محبت سے اپنے آپ کو اُس پر فدا کرتی ہے اگر بچے کی طبیعت ذرا ناساز ہو - تو کھانا پینا بھول جاتی ہے اور راتوں جاگتی ہے - از روئے عقل و نقل منعم کا شکر واجب

ہے۔ اِس لئے مقتضائے انصاف یہ ہے۔ کہ خدا کی طاعت کے بعد ماں باپ کی اطاعت کو واجب سمجھو۔ اُن کی تعظیم و توقیر کرو۔ اُن کی خدمات سے عار نہ کرو۔ بڑھاپے میں انسان کے ہوش وحواس میں فتور آجاتا ہے۔ اور اُس کے افعال و اقوال اکثر بچوں کی مانند فضول معلوم ہوا کرتے ہیں۔ مگر اُس حالت میں بھی ماں باپ کی تعظیم و تکریم نہ چھوڑو۔ اگر والدین بیدین ہوں۔ تو اُن پر بد دعا نہ کرو۔ بلکہ اُن کی ہدایت کے لیئے خدا سے دعا مانگو۔ اور اُن کے ساتھ سلوک واِحسان سے کسی طرح دریغ نہ کرو۔ ماں باپ اِنسان کے حق میں بہشت اور دوزخ ہیں۔ جو اُن کی فرمانبرداری کرے گا۔ وہ بہشت میں جائے گا۔ جو اُنہیں ستائے گا۔ وہ دوزخ میں جگہ پائے گا۔ اِس زمانے میں بعض ناخلف اپنی بی بی کے بہکانے سے والدین کو گھر ہی سے نکال دیتے ہیں۔ یا خود اُن سے جُدا ہوکر کسی اور جگہ چلے جاتے ہیں۔ یاد رکھو۔ جو ماں باپ کو ستائے گا۔ وہ اپنی اولاد سے دُکھ پائے گا۔ اور جو والدین کو آرام دے گا۔ وہ اپنی اولاد سے آرام پائے گا۔ اگر والدین بھلا بُرا بھی کہیں۔ تو تحمل واجب ہے۔ ماں کا حق باپ کے حق سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ پرورش وغیرہ میں باپ کی نسبت زیادہ مشقت اُٹھاتی ہے +

والدین کی وفات کے بعد بھی اُن کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ وہ اِس طرح کہ اُن کے لیئے دعائے مغفرت کرو۔ اُن کی وصیت کو پورا کرو۔ اُن کے رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرو۔ اور اُن کے دوستوں کی تعظیم کرو +

عزیزو! - ماں باپ کی نافرمانی سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ انہیں گالی دینا سخت گناہ ہے۔ اکثر لڑکے خود تو اپنے والدین کو گالی نہیں دیتے۔ مگر دوسروں کے ماں باپ کو گالی دے دیتے ہیں۔ اور وہ اِس کے عوض میں اِن کے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں۔ یہ صورت بھی اپنے والدین کو خود گالی دینے کے برابر ہے۔ کیونکہ گالی دلانے کا باعث یہ خود بنتے ہیں +

بعض لڑکے ایسے ناخلف ہوتے ہیں۔ کہ ماں باپ کے تمام احسانات کو پسِ پشت ڈال کر اُن کے بدخواہ بنجاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں دیارِ بکر میں ایک مالدار بوڑھے کے ہاں مہمان ہوا۔ جس کا صرف ایک بیٹا تھا۔ ایک رات اُس بوڑھے نے بیان کیا۔ کہ تمام عمر میں میرے گھر میں اِس لڑکے کے سوا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اِس جنگل میں ایک درخت ہے جہاں لوگ مرادیں مانگنے جاتے ہیں۔ میں راتوں اُس درخت کے نیچے رویا ہوں۔ تب خدا نے مجھے یہ لڑکا عطا فرمایا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سُنا۔ وہ لڑکا اپنے دوستوں سے آہستہ آہستہ یوں کہہ رہا تھا۔ "کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ درخت کہاں ہے۔ تاکہ میں دعا کرتا۔ کہ میرا باپ مرجائے" +

والدین کے طرح دیگر رشتہ داروں اور اقارب کے حقوق کی رعایت بھی واجب ہے۔ جو زیادہ قریبی ہو۔ اُس کا حق بھی بعید سے زیادہ ہے۔ جو لوگ اپنے رشتہ داروں سے احسان وسلوک کرتے ہیں۔ وہ اُن کے فرمانبردار بنجاتے ہیں۔ اور جان و مال اُن پہ قربان کردیتے ہیں۔ اِس کے علاوہ صلۂ رحم کرنے والے دنیا میں ہمیشہ نیکنام مشہور ہوتے ہیں +

اُستاد کے حقوق

اُستاد روحانی باپ ہوتا ہے۔ اِس لئے اُس کی تعظیم بھی باپ کی طرح بلکہ اُس سے زیادہ کرنی چاہئے۔ سکندر ذوالقرنین سے پوچھا گیا کہ تو کس واسطے باپ کی نسبت اُستاد کی تعظیم زیادہ کرتا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ "میرے باپ نے مجھے آسمان سے زمین پر اُتارا۔ مگر میرا اُستاد مجھے زمین سے آسمان پر پہنچاتا ہے" سکندر کا یہ جواب نہایت عمدہ اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے۔ کہ روح عالمِ ملکوت سے عالمِ کون و فساد میں اُس وقت آتی ہے۔ جب کہ ماں کے پیٹ میں ہمارے بدن سے اُس کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ بدن کے حدوث کا باعث والدین ہی ہیں۔ اِس لئے والدین ہمیں گویا آسمان سے زمین پر لاتے ہیں۔ مگر اُستاد اِس کے برعکس ہمیں زمین سے آسمان پر پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ علوم و معارف کے ساتھ ہماری روح کی تکمیل کرتا ہے۔ جس سے وہ عالمِ فنا سے عالمِ بقا میں پہنچ جاتی ہے +

شاگرد کو چاہئے۔ کہ اُستاد کے سامنے ادب سے رہے۔ اُس کے آگے ننگے سر نہ بیٹھے۔ جب وہ خفا ہو۔ تو زیادہ کلام نہ کرے۔ اُس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ ہمیشہ اُس کی نسبت حسنِ اعتقاد رکھے۔ پیرِ کامل سے وہی مرید فیض اُٹھاتا ہے۔ جو حسنِ عقیدت رکھتا ہو۔ جو اپنے اُستاد کو اذیت دے گا۔ وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ جو شخص یہ چاہے۔ کہ اُس کا بیٹا عالم ہو۔ اُسے چاہئے۔ کہ عالموں کی تعظیم و تواضع کرے +

امام فخر الدین ارسابندی جو مرو میں رئیس الائمہ تھے۔ اُن کا یہ

پایہ تھا۔ کہ پادشاہِ وقت بھی اُن کا احترام کرتا تھا۔ امامِ موصوف فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے یہ منصب اِس لئے ملا ہے۔ کہ میں اپنے اُستاد ابوزید دَبُوسی کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اُن کا کھانا پکایا کرتا تھا۔ اور آپ اُس میں سے کچھ نہ کھایا کرتا تھا۔ امام شمسُ الائمہ حُلوانی کو کسی حادثے کے سبب بخارا چھوڑ کر ایک گاؤں میں چند روز رہنا پڑا۔ اُن کے تمام شاگرد اُس گاؤں میں زیارت کو آئے مگر ایک شاگرد امام ابوبکر زرنجی نہ آیا۔ بعد میں جب وہ شمسُ الائمہ سے مِلا۔ تو آپ نے نہ آنے کا سبب پوچھا۔ اُس نے عرض کی۔ کہ میں اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھا۔ فرمایا کہ تیری عمر میں برکت ہوگی۔ مگر تدریس کی نعمت سے تو محروم رہیگا۔ جیسا اُستاد بزرگوار نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ اُس بیچارے کو اکثر گاؤں میں رہنا پڑا۔ جہاں تعلیم کیلئے کوئی طالب علم نہ ملا + کہتے ہیں۔ کہ ہارون رشید خلیفہ بغداد نے اپنے بیٹے کو اصمعی کے پاس تعلیم کیلئے بھیجا۔ ایک روز خلیفہ نے دیکھا۔ کہ اصمعی وضو کر رہا ہے۔ اور شاہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ خلیفہ نے اصمعی پر خفا ہو کر کہا۔ میں نے اپنا بیٹا اِس واسطے بھیجا ہے۔ کہ تو اُسے علم و ادب سکھائے۔ تو نے کس لئے اُسے حکم نہیں دیا۔ کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے۔ اور دوسرے سے پاؤں دھوئے +

عزیزو!۔ استاد کا حق کبھی نہ بھولو۔ اگر کسی کے دل میں اُستاد کی محبت و وقعت نہیں۔ تو یقین جانو۔ کہ اُسے بجز حرمان کچھ نصیب نہیں۔ جو خادم ہوتا ہے۔ وہ ایک روز مخدوم بنجاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ "حرمتِ اُستاد میرتِ اوتاد ہے" +

ہمسایوں کے حقوق

پڑوسیوں کا حق یہی نہیں۔ کہ ہم اُن سے اذیّت کو دور کریں۔ بلکہ اُن کے آرام کی خاطر اذیّت برداشت کریں۔ اور اُن کے ساتھ نرمی واحسان کریں۔ ایک نیک آدمی کے گھر میں چوہے بہت رہتے تھے کسی نے اُس سے کہا۔ کہ آپ بلّی پال لیں۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ چوہے بلّی کی آواز سُن کر ہمسایوں کے گھروں میں بھاگ جائیں گے۔ اور انہیں تکلیف دیں گے۔ اِس لئے میں دوسروں کے لئے وہ بات کیوں پسند کروں۔ جو اپنے واسطے پسند نہیں کرتا +

ہر ایک انسان پر واجب ہے۔ کہ بیماری میں اپنے ہمسائے کی عیادت کرے۔ مصیبت میں اُس کی ہمدردی کرے۔ غمی اور خوشی میں اُس کا شریک رہے۔ اپنے مکان کی چھت پر سے اُس کی پردہ دری نہ کرے۔ اُس کی اجازت کے بغیر اپنا مکان اِس قدر اونچا نہ بنائے کہ ہوا رُک جائے۔ اُس کی دیوار پر اجازت کے بغیر شہتیر نہ رکھے۔ اپنے مکان کے چھت کے پانی کا نکاس اُس کے پرنالے میں نہ رکھے اُس کے صحن میں کوڑا کرکٹ نہ ڈالے۔ اُس کے مکان کی طرف کا رستہ تنگ نہ کرے۔ اُس کی غیر حاضری میں اُس کے گھر کا خیال رکھے۔ اُس کے بچوں کے ساتھ نرمی سے کلام کرے۔ ضرورت کے وقت قرض وغیرہ سے اُسے مدد دے۔ جب بازار سے میوہ وغیرہ خرید کر لائے۔ تو اُس کے ہاں بھی ہدیہ کے طور پر بھیج دے۔ ورنہ اپنے بچے کو کھاتے ہوئے باہر نہ نکلنے دے۔ کہ جس سے اُس کا بچہ ناراض ہو کر رونے لگے۔ اپنی ہانڈی میں زیادہ پانی ڈالے

تاکہ غریب پڑوسی بھی اُس میں سے کھائے۔ یہ خلاف مروّت ہے کہ آپ پیٹ بھر کر کھائے۔ اور ہمسایہ بھوکا رہے۔ اگر وہ مرجائے۔ تو اُس کے جنازے کے ساتھ جائے +

راج برطانیہ کے حقوق

راج برطانیہ کے ہند پر کیا حقوق ہیں ؟

اِس سوال کا جواب دینے سے پہلے برطانیہ کے احسانات کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ حقوق ہمیشہ نعمتوں کے مقابلے میں ہوا کرتے ہیں۔ اُن احسانات کی تفصیل کے لئے ایک علیحدہ کتاب چاہئے۔ اِس لئے نظر بر اختصار ذیل میں فقط اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے +

امن داماں اس راج سے پہلے ملک ہند میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ خانہ جنگیوں نے مدت سے سلطنت کی جڑ کھوکھلی کر دی تھی۔ جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس کا نقشہ جما ہوا تھا۔ بیرونی حملوں کا خوف ہر وقت دامنگیر رہتا تھا۔ اِس لئے رعیت کے جان و مال تو در کنار۔ حکامِ وقت بھی آئے دن خطرے میں رہتے تھے۔ راستوں میں بالکل امن نہ تھا قافلے بن کر چلتے تھے۔ مگر پھر بھی لٹ جاتے تھے۔ اب اِس راج کی بدولت ہر جگہ امن و امان قائم ہے۔ رعایا کے جان و مال کی حفاظت کے لئے پولیس کی چوکیاں اور پہرے مقرر ہیں۔ عدل و انصاف کے سبب کسی کو شکایت کی گنجائش نہیں۔ امیر و غریب قانون کی نظر میں یکسان ہیں۔ اگر ایک

عدالت میں تساہل ہو جائے۔ تو اپیل کے لئے دوسرا محکمہ موجود ہے۔ عمدہ فوجی انتظام کی بدولت کسی اندرونی یا بیرونی حملے کا کھٹکا نہیں۔ راستوں کے امن کا یہ حال ہے۔ کہ جس جگہ پہلے قافلوں کا گزر نہ ہوتا تھا۔ اب وہاں سونا اچھالتے چلے جاؤ۔ کسی کی کیا مجال کہ دست اندازی کرے +

رعیت پروری: رعیت پروری کا یہ عالم ہے۔ کہ دنیا بھر کی نئی ایجادیں اور آسائش کے سامان اہل ہند کے لئے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ زراعت۔ تجارت۔ صنعت وحرفت طب۔ تعلیم غرض کوئی صیغہ ایسا نہیں جسے ترقی نہ دی گئی ہو۔ ان سب سے گورنمنٹ عالیہ کی غرض فقط رعایا کی خوشحالی اور بہبودی ہے۔ ہمارے حقوق یہاں تک محفوظ ہیں۔ کہ ہمیں حکومت میں شرکت نصیب ہے۔ چنانچہ میونسپلٹی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور لیجس لیٹو کونسل اِس امر کے شاہد بیّن ہیں۔ ہمدردی کا یہ حال ہے۔ کہ اگر کوئی آفت ارضی یا سماوی رعایا پر نازل ہو۔ تو شہنشاہ سلامت ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔ زلزلہ تو ہند میں آتا ہے۔ مگر شفقت کے مارے قیصر کا دل انگلستان میں متزلزل ہو جاتا ہے۔ اگر ولایت میں طاعون کی خبر پہنچتی ہے۔ تو ہمدردی کے تاروں کا تار بندھ جاتا ہے۔ ہند کے کسی حصہ میں اگر قحط پڑے۔ تو شہنشاہ کھانا پینا بھول جاتے ہیں۔ اگر کسی معرکہ میں ہندوستانی سپاہیوں کی کچھ جانیں تلف ہو جائیں۔ تو حضور کو اپنی اولاد کی طرح اُس صدمے کا احساس ہوتا ہے۔ شہنشاہ سلامت کو اپنے تمام مقبوضات میں سے ہند سے خاص محبت ہے۔ اِس سے بڑھکر اِس کا ثبوت اور کیا ہوگا۔ کہ آپ نے

جس طرح ۲۲ر جون ۱۹۱۱ء کو تاجپوشی کی رسم اپنے مرکزِ دولت میں ادا کی۔ اُسی طرح بدولت وسعادت اِس ملک میں رونق افروز ہوکر بتاریخ ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۱ء وہی رسم بڑی شان وشوکت سے ہند کے قدیم دارالسلطنت شہر دہلی میں ادا کی۔ اور اپنی ہندی رعایا کو وہ امتیاز بخشا۔ کہ جس کی نظیر تاریخ ہند میں نہیں پائی جاتی +

آزادی

آزادی وہ نعمت ہے۔ کہ جس پر دنیا کی قومیں جانیں نثار کردیتی ہیں۔ مگر اِس راج کی بدولت یہ نعمت ہند کو مفت ملی ہوئی ہے۔ ہماری زبان بلکہ ہمارا قلم آزاد ہے۔ ہر ایک شخص کو اظہارِ مطالب کی پوری آزادی ہے۔ شہنشاہ سلامت خود تو عیسائی مذہب رکھتے ہیں۔ مگر رعایا کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ چنانچہ حضور ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی نے نومبر ۱۸۵۸ء میں یہ اعلان دیا تھا۔

"ہم یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہماری شاہانہ مرضی اور خوشنودی یہ ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے عقیدے یا مذہبی رسوم کے باعث کسی طرح کی رعایت نہ کیا جائے۔ اور نہ کوئی اذیت پہنچایا جائے۔ یا تنگ کیا جائے۔ بلکہ تمام اشخاص مساوی اور بے رعایت قانونی حفاظت کا ثمرہ برابر اُٹھائیں گے۔ اور حکام ماتحت کو ہمارا یہ سخت حکم وتاکید ہے۔ کہ وہ ہماری رعایا کے کسی فرد کے مذہبی عقیدے یا عبادت میں مداخلت سے ہر طرح پرہیز کریں۔ ورنہ وہ ہمارے نہایت ہی سخت عتاب کے مورد ہوں گے"

ملکہ موصوفہ کے بعد ملک معظم ایڈورڈ ہفتم اپنی مادرِ مہربان کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ ان کے بعد اب ہمارے شہنشاہ ملکِ معظم جارج پنجم

اپنے والد بزرگوار کا اقتدا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضور نے دربار دہلی میں اپنی تقریر کے اخیر میں یوں فرمایا۔ "بالآخر میں نہایت خوش ہوں کہ آج مجھے موقع مِلا ہے۔ کہ تمہارے خاص و عام حقوق کے قائم رکھنے کے معاہدے جو میرے متعدد بزرگوں نے تم سے کئے ہوئے ہیں۔ بذاتِ خاص اُن کی تجدید کروں۔ اور تمہاری بہبودی و امن اور خرسندی کی طرف اپنی دلی توجہ مبذول کروں۔ عنایتِ ایزدی میری رعایا کے شامل حال رہے۔ اور اُس کی خوشحالی اور فلاح کی زیادتی کے لئے میری غایت درجے کی کوشش میں میری مدد کرے جملہ حاضرین والیانِ ریاست و رعایا کے آگے ہم اپنا شفقت آمیز سلام پیش کرتے ہیں"

علوم وفنون

امن و امان ہر قسم کی ترقی کا گہوارہ ہے۔ جس ملک میں امن نہیں۔ وہاں ہرگز ترقی نہیں ہوسکتی۔ اِس راج کی بدولت چونکہ ہند میں کمال درجے کا امن قائم ہے۔ اِسلئے علوم وفنون کو کمال ترقی ہے۔ ہر فن کے لئے مدرسے قائم ہیں۔ تعلیم ایسی عام ہوگئی ہے۔ کہ وہ گاؤں جہاں خط پڑھنے کو کوئی نہ ملتا تھا۔ اب وہاں بی۔ اے۔ ایم۔ اے نظر آتے ہیں۔ طرفہ یہ ہے۔ کہ اندھوں کے لئے مدرسے جاری ہیں۔ وہ بھی ٹٹول کر برابر کتابیں پڑھ رہے ہیں ÷

بری سفر

زمانۂ سابق میں باربرداری کے لئے حیوانات تھے۔ جہاں حیوانات نہ جا سکتے۔ وہاں ہر قسم کی باربرداری انسانوں کے ذریعے ہوا کرتی تھی۔ جیسا کہ اکثر پہاڑوں میں آج تک ہو رہا ہے۔ سفر کے لئے اونٹ۔ گھوڑا۔ گاڑی اور رتھ تھے۔ اُس حالت میں رفتار فی گھنٹہ دس یا بارہ میل سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اب

دخانی انجن اور ریل کی سڑکوں کی بدولت فقط رفتار ہی پچاس ساٹھ میل فی گھنٹہ تک نہیں پہنچی بلکہ ہزاروں مسافروں کا اسباب معیت وقتِ معیّن پر فاصلۂ بعید پر بے نقصان پہنچنا ممکن ہو گیا ہے۔ انسان تو درکنار۔ انجن باربرداری کے حیوانات کو بھی اُٹھائے چلا جاتا ہے۔ انجن کیا ہے۔ گویا آہنی گھوڑا ہے۔ جس کے ہاتھ پاؤں کبھی نہیں تھکتے۔ اور جس کا چارہ بجائے گھاس کے کوئلہ ہے اب ایسے انجن بھی تیار ہو سکتے ہیں۔ جن کی رفتار سو میل فی گھنٹہ سے زائد ہو۔ مگر خرچ زیادہ درکار ہے ✦

بحری سفر
بحری سفر پہلے بادبانی جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے طے ہوا کرتا تھا۔ جب ہوا موافق ہوتی۔ تو بادباں کام دیتے باد مخالف کی صورت میں ہفتوں لنگر ڈالے پڑے رہتے۔ اب دخانی انجن سے جہاز رانی ہو رہی ہے۔ ہوا کی مخالفت کا کچھ ڈر نہیں۔ ڈاک کے جہازوں کی رفتار قریباً تیس میل فی گھنٹہ ہے۔ بعض تائید جہاز چالیس یا پچاس میل فی گھنٹہ رفتار رکھتے ہیں۔ آج کل ہوائی جہازوں کے بھی تجربے ہو رہے ہیں ✦

سائیکل
ریل اور دخانی جہاز کی طرح سائیکل بھی سفر طے کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس کا رواج ہند میں روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ سفر طے کرنے کے چار وسائل میں سے تین کی غایتِ رفتار یکساں ہے۔ یعنے دوڑ کے گھوڑے۔ دخانی جہاز۔ اور بائیسکل میں سے ہر ایک کی رفتار تیس میل فی گھنٹہ تک پہنچ گئی ہے۔ گھوڑا تو اس سے بڑھ نہیں سکتا۔ البتہ بائیسکل اور دخانی جہاز اِس سے بھی بڑھتے نظر آتے ہیں۔ چالاک سے چالاک پہلوان فی گھنٹہ بارہ میل نہیں دوڑ

سکتا۔ مگر معمولی طاقت کا آدمی بائیسکل کے ذریعے آسانی سے گھنٹوں اِس رفتار سے چل سکتا ہے۔ بائیسکل کے بعض مشاق تو ایک دن میں قریباً سو میل بھی چل سکتے ہیں +

موٹر کار سائیکل کا اصول پاؤں کی طاقت کو پہیّوں کے چلانے میں صرف کرنا ہے۔ آج کل بعض سائیکل اور گاڑیاں ایسی بنی ہیں۔ جن میں بجائے پاؤں کی طاقت کے بھاپ۔گیس۔ مٹی کے تیل اور برقی قوت سے کام لیا جاتا ہے۔ اُنہیں موٹر کار یا موٹر سائیکل کہتے ہیں۔ اُن کی رفتار تیس میل فی گھنٹہ تک پہونچ گئی ہے +

ڈاک اِس راج سے پہلے سرکاری ڈاک کے لئے ہرکارے مقرر ہوا کرتے تھے۔ جلدی کی حالت میں سانڈنی یا صبا رفتار گھوڑے کام دیا کرتے تھے۔ مگر عام لوگوں کی ڈاک کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اب ریل کے ذریعے ہر شخص ایک پیسے میں ہزاروں کوس پر اپنا پیام پہنچا سکتا ہے۔ اگر نہایت ہی جلدی منظور ہو۔ تو تار کے ذریعے یہ کام منٹوں میں ہو سکتا ہے۔ خشکی پر تو تار لگ سکتا ہے۔ مگر یہ کسے خیال تھا۔ کہ سمندر میں بھی غیر ممالک میں پیام رسانی کے لئے تار ڈالے جائیں گے۔ تار کی بدولت ہم کُرۂ زمین کے دوسرے حصے کے واقعات کو قریباً اسی وقت سُن سکتے ہیں۔ جب وہ وقوع میں آئیں۔ تار کے متعلق تجربے کرتے کرتے ٹیلیفون ایجاد کیا گیا۔ جس کی بدولت ہم سینکڑے میلوں پر بولنے والے کی آواز ہوبہو سُن سکتے ہیں +

محنت میں کفایت کی تدابیر ہندمیں پہلے چرخے سے سوت کاتا کرتے تھے۔ اب کاتنے کی کل ایسی موجود ہے۔

کہ جتنی دیر میں چرخے سے ایک دھاگا کاتا جاتا ہے۔ اُس سے کم دیر میں سینکڑوں دھاگے تیار ہو جاتے ہیں۔ کاتنے پر کیا موقوف ہے۔ کپڑا بُننا اور بسینا کلوں ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ بوٹ اور جوتے بھی کلوں ہی سے سِیئے جاتے ہیں۔ لکھنے کے لئے بھی ٹائپ رائٹر موجود ہے +

کسانوں کے لئے بھی ایک کل بنی ہے۔ جس سے ایک ہی دفعہ فصل کٹ کر دانے بھوسے سے علیحدہ ہو کر بوریوں میں جا پڑتے ہیں۔ یہ کل بڑے بڑے زمینداروں کے لئے بہت مفید ہے۔ لائل پور میں ایک زراعتی کالج کھولا گیا ہے۔ جہاں زراعت کے متعلق بہت سی کلیں موجود ہیں۔ نہر کھودنے کی کل بھی اب ہند میں آگئی ہے +

فونوگراف آواز محفوظ رکھنے کا ایک آلہ ہے۔ جو آسانی سے ملسکتا ہے۔ اِس آلے سے مراسلات کی نقل بہت جلد ہو سکتی ہے۔ جسے کلارک بعد میں لکھ سکتا ہے۔ مباحثہ بھی لفظ بلفظ ایسی جلدی نقل ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی مختصر نویس اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مشہور و معروف شخصوں کی تقریریں اور راگ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ واعظ و مُقرِّر اور مطرب اِس آلے سے اپنے سٹائل یعنی طرز کو ترقی دے سکتے ہیں +

کلوں کا استعمال اب عام ہوتا جاتا ہے۔ چھاپنا۔ جالیاں اور گھڑیاں بنانا اور سینکڑوں اور کام کلوں ہی سے ہو رہے ہیں +

آگ : پہلے اِس ملک میں اگر کسی کو آگ کی ضرورت ہوتی۔ تو اپنے ہمسائے سے لے لیتا۔ جنگل اور پہاڑ میں جہاں آبادی نہ ہوتی۔ چقماق سے آگ لگا لا کرتے تھے۔ اب دیکھئے کہ ایک پیسے

ہیں دیا سلائی کے دو بکس آتے ہیں - جن سے سینکڑوں دفعہ ایک لحظہ میں آگ تیار ہو سکتی ہے +

روشنی پہلے مٹی کے چراغ ہوا کرتے تھے - جن میں سرسوں کا تیل جلا کرتا تھا - اب اُن کی جگہ لیمپ ہیں - جن میں مٹی کا تیل نہایت ہی سستا جلتا ہے - گیس کے لیمپوں کا بھی استعمال ہونے لگا ہے - مگر برقی روشنی کے لیمپ سب کو مات کر گئے ہیں - برقی روشنی سے جہازوں پر اشاروں کا کام لیا جاتا ہے - اور اِس سے انسان کے اندرونی اعضا کا امتحان بھی ہو سکتا ہے - ڈوبے ہوئے جہازوں کی اندرونی حالت معلوم کرنے کے لئے برقی لیمپ ازبس مفید ہے +

روشنی کا عملی استعمال پہلے دستی تصاویر ہوا کرتی تھیں - جو درحقیقت بہت نفیس ہوتی تھیں - مگر نہایت محنت طلب تھیں - اب فوٹوگرافی کا فن ایجاد ہوا ہے - ہاتھ سے تصویر بنانے میں ممکن ہے انسان خطا کر جائے - مگر فوٹوگرافی میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی - اِس فن کی بدولت متحرک اشیا کی تصویر بھی ہو بہو اُتر آتی ہے - اور سرعت کا یہ عالم ہے کہ توپ کے مُنہہ سے نکلا ہوا گولہ ہوا ہی میں ظاہر کیا جا سکتا ہے چھاپے کے ذریعے عکسی تصویریں کتابوں میں بھی چھپ سکتی ہیں - اب اِس فن میں یہاں تک ترقی ہو گئی ہے - کہ تصویر کے ساتھ ہی قدرتی رنگ کی بھی نقل ہو جاتی ہے +

طب اِس راج میں دیگر فنون کی طرح طب کی طرف بھی خاص توجہ ہے - مردانے اور زنانے شفاخانے ہر جگہ موجود ہیں - جہاں مرض کی تشخیص کے بعد مناسب دوا ملتی

ہے۔ صیغۂ جراحی میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ بلکہ مسیحی ڈاکٹروں کی مسیحائی کا جلوہ گاہ یہی صیغہ ہے۔ اگر کسی عضو کو کاٹنا یا چیرنا یا کوئی اور نازک عمل کرنا ہو۔ تو پہلے مریض کو کلورافارم سونگھا دیتے ہیں۔ جس سے وہ بیہوش ہوکر درد و تکلیف کا احساس نہیں کرتا۔ پھر عمل مطلوب کے بعد زخمی حصہ پر کوئی مرہم نہیں لگاتے۔ بلکہ زخم کے متصل کی ہوا کاربالک ایسڈ سے مرطوب رکھتے ہیں۔ اس طرح وہ زخم بہت جلد اچھا ہوجاتا ہے۔ سچ پوچھو۔ تو اِن دو نو طریقوں کی ایجاد سے ہمیں اب ڈاکٹر کے نشتر کا خوف ہی نہیں رہا۔

جراحی کے ضمن میں ایکس شعاعوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جنہیں اُن کے موجد کے نام سے رونتجنی شعاعیں بھی کہتے ہیں۔ یہ شعاعیں خالی نلی میں برقی رو داخل کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس رو کی تاثیر سے نلی کے اطراف نہایت روشن ہوجاتے ہیں۔ اِن شعاعوں کے خواص روشنی کی معمولی شعاعوں سے مختلف ہیں۔ بعض اشیا جو اِن کے لئے شفاف ہیں معمولی شعاعوں کے لئے شفاف نہیں۔ چنانچہ کاغذ اِن کے لئے ایسا شفاف ہے۔ کہ ہزار صفحہ کی کتاب میں سے نفوذ کر جاتی ہیں۔ اسی طرح چمڑا اور گوشت اِن کے لئے شفاف ہے۔ مگر ہڈی شفاف نہیں۔ اِس لئے جب یہ شعاعیں ہاتھ میں سے نفوذ کرتی ہیں تو ہڈیاں اپنا سایہ ڈالتی ہیں۔ چونکہ فوٹوگرافی کے پلیٹ پر اِن کا اثر معمولی شعاعوں کی طرح ہوتا ہے۔ اِس لئے اِن کی روشنی میں ہاتھ اور دوسرے اعضا کا فوٹو بھی لے سکتے ہیں۔ جس میں ہڈیاں سیاہ ظاہر ہوں گی۔ اِس خاصیت کے سبب یہ شعاعیں

جراحی میں بہت مفید ہیں۔ سوئی یا گولی جو گوشت میں ہڈی تک جا پہنچے۔ اور اوپر سے بالکل غائب ہو جائے۔ وہ اِن شعاعوں سے صاف نظر آجاتی ہے۔ اِن کا استعمال اب شفا خانوں میں عام ہوتا جاتا ہے +

جس سلطنت کے اتنے احسانات ہوں۔ عقل و انصاف کا مقتضا یہ ہے۔ کہ رعیت کا ہر فرد اُس کی وفاداری کرے۔ اور ضرورت کے وقت جان و مال سے اُس کی مدد کرے۔ مذہب کا حاکم بھی یہی حکم دیتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں اور ہندؤں کی مذہبی کتابوں میں بادشاہ اور راجہ کی اطاعت کی سخت تاکید ہے + عزیزو! یاد رکھو۔ کسی نعمت کا بیجا استعمال ناشکری میں داخل ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ عالیہ نے ہمیں تحریر و تقریر کی آزادی دی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی زبان و قلم کے گھوڑے کو مطلق العنان کردے۔ اور ایسی مربی و محسن سلطنت کے احسانات کو بالائے طاق رکھ کر اُس کے برخلاف بدظنی پھیلائے۔ تو بے شک یہ آزادی کی نعمت کی ناشکری ہوگی +

بعض لوگ حب الوطنی کی آڑ میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سچ پوچھو تو انہیں امن و امان کی گرانی ہوگئی ہے۔ اُن کا اصلی منشا خود غرضی اور نفس پرستی ہے۔ ایسے لوگ حقیقت میں اپنے ہموطنوں کے بدخواہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ لارڈ بیکن نے یوں لکھا ہے۔ "چیونٹی اپنے نفس کے لئے تو دانا ہے۔ لیکن باغ کے لئے ایک موذی اور زیاں کار شے ہے۔ حقیقت میں جو لوگ غایت درجے کے نفس پرست ہیں وہ خلقت کے بدخواہ ہیں۔ اغراض خاص اور اغراض عام

ہیں عقل کے ساتھ امتیاز کر کے اپنی ذات کی ایسی خیر خواہی کرو۔ کہ جس میں دوسروں کی اور خاصکر اپنے پادشاہ اور ملک کی بد خواہی نہ ہو"۔ اس لئے ایسے جھوٹے وطن پرستوں سے ہمیں الگ رہنا چاہئے۔ جو لوگ اپنے محسن کے احسانات کا ایسا بدلہ دیں۔ اُن سے ہمیں کیا توقع ہو سکتی ہے؟ +

عزیزو! راج برطانیہ کی نعمتوں کی ناشکری ہرگز نہ کرنا۔ ناشکری سے نعمت زائل ہوجاتی ہے۔ جو بندے کی ناشکری کرتا ہے۔ وہ خدا کی ناشکری کرتا ہے۔ اِس لئے ہم میں سے ہر ایک پر واجب ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کو اپنا شعار بنائے اور اگر کوئی نالائق شخص گورنمنٹ کے برخلاف کچھ حرکت کرے تو اُسے ہاتھ سے روکے۔ اگر ایسا نہ کر سکے۔ تو زبان سے سمجھائے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ تو اپنے دل میں اُسے بُرا جانے۔ اور اُس کے ساتھ نشست و برخاست موقوف کردے +

حیوانات کے حقوق

حیوانات سے ہمیں بہت سے فائدے پہنچتے ہیں۔ کسی سے ہم سواری کا کام لیتے ہیں۔ کسی پر بوجھ لادتے ہیں۔ کسی سے حفاظت کا کام لیا جاتا ہے۔ بعض دود دیتے ہیں۔ بعض حصول معاش میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ بعض کے بالوں اور پشم سے ہمارے جاڑے کے کپڑے بنتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو ہم اِن تمام فوائد سے محروم رہتے۔ اِس لئے ہر ایک انسان پر واجب ہے۔ کہ چارپایوں کو پیٹ بھر خوراک

دے۔ اُن کی طاقت سے بڑھکر کام نہ لے۔ خدمت لینے کے بعد اُنہیں کافی آرام دے۔ کام لیتے وقت اُن کو نہ مارے کیونکہ ہماری طرح وہ بھی دردو تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہے۔ کہ گھوڑے کو ٹھیرا کر اُس کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے دیر تک دوسروں سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ مگر گھوڑے کی پیٹھ سے منبر کا کام نہیں لینا چاہئے اگر ضرورت ہو۔ تو فرشِ زمین پر کھڑے ہو کر کلام کریں۔ یہ بڑی بے رحمی ہے۔ کہ نشانہ بازی کی مشق کے لئے بیجان چیز کی جگہ کوئی جاندار چیز رکھ لی جائے۔ چارپایوں کے کان اور دُم کاٹنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بعض لوگ ایسے وحشی ہیں۔ کہ زندہ دُنبہ کی چکی یا زندہ اونٹ کی کوہان کاٹ کر کھا جاتے ہیں۔ مگر اُنہیں معلوم رہے۔ کہ ایسا گوشت حرام ہے +

چارپایوں اور پرندوں کو آپسمیں لڑانا نہ چاہئے۔ ہاتھیوں اور مینڈھوں کو لڑانا۔ مرغ بازی۔ بٹیر بازی۔ اور اِس قسم کی تمام بازیاں منع ہیں۔ حیف ہے اُن لوگوں پر جو اِنہیں تفریح سمجھتے ہیں +

عزیزو! ۔ حیوانات کو گالی نہ دو۔ بلکہ اُن سے نرمی سے کام لو۔ بعض بے رحم لڑکے پرندوں کے انڈے اور بچے گھونسلوں سے نکال کر تلف کر دیتے ہیں۔ اُنہیں سوچنا چاہئے۔ کہ اگر کوئی اُن کو ماں باپ سے جُدا کر کے کسی جنگل یا پہاڑ میں لے جائے۔ تو اُن کی کیا حالت ہو گی۔ بعض دفعہ گھروں کے صحن میں چیونٹے نمودار ہوتے ہیں۔ لوگ سنگدلی سے

انہیں آگ سے جلا دیتے ہیں۔ یہ نہایت سخت عذاب ہے ایسا ہرگز نہ چاہئے +

حضرت شبلیؒ جو کہ ایک کامل ولی گزرے ہیں۔ ایک دفعہ کسی گندم فروش کی دکان سے گیہوں کا تھیلہ اپنے کندھے پر اٹھا کر گاؤں لے گئے۔ وہاں پہنچکر دیکھا کہ غلّہ میں ایک چیونٹی سرگشتہ ہر طرف پھر رہی ہے۔ آپ کو اُس پر رحم آیا۔ اور بے چینی میں رات کو نیند نہ آئی۔ صبح ہوتی ہی اُسے اصلی جگہہ پر لاکر چھوڑ دیا۔ اور فرمانے لگے۔ کہ یہ مروت نہیں کہ میں اِس ضعیف چیونٹی کو بے خان ومان کر دوں +

حضرت جنیدؒ بغدادی کی نسبت بوستاں میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے ایکدفعہ صنعا واقع یمن کے جنگل میں ایک کُتّے کو دیکھا۔ اُس کے شکاری دانت تمام گر گئے تھے۔ طاقت طاق ہو گئی تھی۔ اور بوڑھی لومڑی کی طرح عاجز پڑا ہوا تھا۔ اُس کی کمزوری اور خستہ حالی پر آپ کو رحم آیا۔ اپنی آدھی خوراک اُسکے آگے ڈال دی۔ اور رو کر فرمانے لگے۔ کسے معلوم ہے۔ کہ ہم دونو میں سے کون بہتر ہے۔ دنیا میں بظاہر میں بہتر ہوں۔ قیامت کو دیکھیں مجھ پر کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اگر میں دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤں۔ تو خدا کے فضل سے نجات پاؤنگا۔ ورنہ میں کُتّے سے بدتر ہوں۔ کیونکہ باوجود نجس ہونے کے کُتّا جب مرے گا اُسے دوزخ میں نہ لے جائیں گے۔ اور مجھے مکلّف ہونیکے سبب گناہوں کی سزا دوزخ میں بھگتنی پڑے گی +

خدا کے حقوق

ایک دن وہ تھا۔ کہ تم اِس جہان میں نہ تھے۔ خدا نے تمہیں نیست سے ہست بنایا۔ اور نیک و بد میں تمیز کرنے کو عقل دی۔ اور ہاتھ پاؤں دئے۔ جن سے ضروریات بہم پہنچانے میں تمہیں مدد ملتی ہے۔ تمہارے رہنے کے لئے اُس نے ایک عالیشان محل بنایا ہے۔ جس کا فرش زمین اور چھت آسمان ہے +

اِس فرش خاکی کے اندر خدا نے مختلف مقامات پر سونے چاندی وغیرہ قیمتی دھاتوں کے ڈھیر لگا دئے ہیں۔ جنہیں نکال کر تم اپنے استعمال میں لاتے ہو۔ اِسی پر اُس نے دریا سمندر اور چشمے جاری کر دئے ہیں۔ دریاؤں میں سے نہروں کے ذریعے تم آب پاشی کرتے ہو۔ سمندروں میں جہاز چلتے ہیں۔ جن سے تمہاری آمدورفت اور تجارت ہوتی ہے۔ اِنہی میں موتی اور مونگے پیدا ہوتے ہیں۔ جو تمہاری زینت اور آرائش کے کام آتے ہیں۔ بعض چشموں کے پانی سے تم کئی قسم کی بیماریوں سے شفا پاتے ہو۔ اور بعض میں سے ایسا گرم پانی نکلتا ہے۔ کہ تم اپنا کھانا پکا سکتے ہو۔ زمین ہی سے خدا تمہارے واسطے اناج اور رنگا رنگ میوے پیدا کرتا ہے۔ بادل سے مینہ برساتا ہے۔ جس سے پہلے کھیتوں میں سبزی اُگتی ہے۔ پھر اُس سبزی میں سے خوشے نکل آتے ہیں۔ اِسی پانی سے انگور۔ انار۔ خرما۔ زیتون وغیرہ میووں کے باغ پرورش پاتے ہیں۔ یہ باغ اور کھیت اگرچہ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ مگر اُن کے پھل صورت رنگ و بُو اور مزے میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر

ہر درخت کے پھل کی طرف دیکھو - جب کچّا ہوتا ہے - تو بدمزہ ہوتا ہے - جب پک جاتا ہے - تو کیسا لذیذ اور خوشگوار بنجاتا ہے - اِسی فرش پر خدا نے تمہارے واسطے چارپائے پیدا کئے ہیں - بعض کے بالوں سے تمہارے جاڑے کے کپڑے بنتے ہیں - بعض تمہاری زراعت میں کام دیتے ہیں - کسی سے تم سواری اور بوجھ اُٹھانے کا کام لیتے ہو - اِس کے علاوہ یہ تمہارے گھروں کی زینت ہیں - صبح وشام تمہارے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے کیسے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں - چارپایوں کو تم خار و خاشاک اور گھاس کھانے کے لئے دیتے ہو - اِس عنایت الٰہی کو دیکھو - کہ اِس میں سے تمہارے پینے کیواسطے دودھ پیدا ہوتا ہے - اور پھوک گوبر ہوکر نکل جاتا ہے - اِسی طرح شہد کی مکھی ہر قسم کے کڑوے اور میٹھے پھول چوستی ہے - مگر اُس سے شہد شیریں پیدا ہوتا ہے +

اب تم اپنے رہنے کے عالیشان محل کی بے ستون چھت پر غور کرو - یہ چھت بہت سی قندیلوں سے مزیّن ہے - سب سے بڑی قندیل تو دن کے وقت تمہیں روشنی دیتی ہے - اِسی قندیل کی روشنی سے تمہارے واسطے اناج اور میوے پکتے ہیں - اور اِسی سے تمہارے واسطے نئے نئے موسم پیدا ہوتے ہیں - رات کے وقت ایک اور بڑی قندیل تمہارے محل کو روشن کرتی ہے - مگر اِسکی روشنی پہلی قندیل سے بہت مختلف ہے - اِنہی دو قندیلوں سے تم سال و ماہ کا شمار کرتے ہو - اگر رات کے وقت دوسری قندیل تمہاری نظر سے غائب ہو - تو اور چھوٹی چھوٹی قندیلیں روشن نظر آتی ہیں - اگرچہ اِن کی روشنی بہت کم

ہے - مگر اندھیری رات میں اِنہی سے تم سفر میں اپنا رستہ پہچان
لیتے ہو - جہاں گھڑی نہ ہو - وہاں رات کی درازی تم اِنہی سے
معلوم کر لیتے ہو +

عزیزو! خدا کی نعمتیں اِسقدر ہیں - کہ اُن کا شمار نہیں ہو سکتا -
اگر ہمارے بدن کا ہر ایک بال زبان ہو جائے - تو بھی ہم اُس
کی نعمتوں کے شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے - مگر پھر بھی ہم
میں سے ہر ایک کا یہ فرضِ عین ہے - کہ حتیٰ المقدور دل - زبان
آنکھ - کان اور ہاتھ پاؤں سے اُس کا شکر ادا کرتا رہے - دل سے
شکر یہ ہے - کہ اپنے منعمِ حقیقی کو پہچانے - اور جو نعمت حاصل
ہو - اُسے اُسی کی طرف سے سمجھے - زبان سے شکر یہ ہے - کہ
خدا کو کثرت سے یاد کرے - اُس کی کلام کی تلاوت کرے - جاہلوں
کو طریقِ حق بتائے - اور شکوہ و شکایت - جھوٹ اور غیبت سے
پرہیز کرے - آنکھ سے شکر یہ ہے - کہ نیرنگیِ قدرت پر عبرت سے
نظر ڈالے - ضعیفوں اور زیردستوں پر شفقت کی نگاہ رکھے نیکوں
اور عارفوں کو تعظیم و حرمت کی نظر سے دیکھے - اور کسی کی طرف
بُری نگاہ نہ کرے - کان سے شکر یہ ہے - کہ کلامِ الٰہی پند و نصائح
اور بزرگوں کے سوانح سُنے - اور جھوٹ اور فحش سُننے سے پرہیز
کرے - ہاتھ سے شکر یہ ہے کہ اپنی کمائی سے اپاہجوں اور
محتاجوں کی دستگیری کرے - کسی کو ناحق نہ مارے - حرام مال
نہ لے - اور جھوٹ نہ لکھے - پاؤں سے شکر یہ ہے - کہ خدا کی
عبادت - بیماروں کی عیادت - اور نیکوں کی زیارت کو جائے
اور حرام امر کے لئے قدم نہ رکھے +

شکر بجا لانے سے نعمت میں ترقی ہو جاتی ہے - چنانچہ اگر کوئی

آقا اپنے غلام کو ایک نعمت دے۔ اور وہ غلام اُس نعمت کا حق ادا کرے۔ تو آقا خوش ہوکر اُسے اور نعمت عطا کر دیتا ہے۔ مگر ناشکری سے پہلی نعمت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ ناشکری کمال درجے کا کمینہ پن ہے۔ تم جانتے ہو۔ کہ تمام مخلوقات میں سے اِنسان اشرف اور کُتّا ارذل ہے۔ مگر داناؤں کا اِس امر پر اتفاق ہے۔ کہ حق شناس کُتّا ناسپاس آدمی سے بہتر ہے ؛ عزیزو! - خدا کی نعمتوں کے بیجا استعمال سے بچو۔ اُس کے دیئے ہوئے ہاتھ پاؤں اور مال و دولت کو ہرگز کسی گناہ میں صرف نہ کرو۔ ورنہ تم کافرِ نعمت کہلاؤ گے۔ اگر کوئی پادشاہ اپنے کسی غلام کو مال و خلعت اور اسپ و شمشیر عطا کرکے یہ حکم دے کہ "اِس مال میں سے بقدرِ حاجت آپ خرچ کرنا۔ اور باقی ہمارے خیرخواہوں کو دے دینا۔ اور اِس خلعت کو پہن تلوار ہاتھ میں لے اور گھوڑے پر سوار ہو ہمارے دشمنوں سے جنگ کرنا" مگر وہ غلام بجائے اِس کے مال تو پادشاہ کے دشمنوں کو دیدے۔ اور خلعت پہن تلوار پکڑ اور گھوڑے پر سوار ہو اُسی پادشاہ کے مخالفت پر آمادہ ہو جائے۔ تو اِس غلام کے کافرِ نعمت اور واجب القتل ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے ؟ - خبردار۔ کسی نعمت کو خدا کی مخالفت میں استعمال نہ کرنا۔ ایک دن تم سے تمام نعمتوں کی بازپرس ہوگی۔ اور تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے برخلاف شہادت دیں گے ؛ فقط